السامی

لحل

اسئلۃ الحسامی

مرتب:

خلیل اللہ نوآدوی

مکتبہ خلیلیہ دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کتاب کے جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب:-------------السامی فی حل اسئلۃ الحسامی

مرتب:----------------------خلیل اللہ نوادوی

تعداد اشاعت:-----------------------۱۱۰۰

ناشر:--------------------مکتبہ خلیلیہ دیوبند

ملنے کے پتے

دیوبند کے تمام کتب خانوں پر دستیاب ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عرض مرتب

یہ کتاب جو قارئین کے سامنے پیش ہے ایک حقیری سی کوشش کا مجموعہ ہے، درس نظامی کی شہرہ آفاق کتاب ''حسامی'' جو اپنی جامعیت کی وجہ سے طلبہ کو مشکل محسوس ہوتی ہے اور پڑھنے والوں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ کئی بار پڑھنے اور یاد کرنے کے بعد بھی بات ذہن میں محفوظ نہیں رہتی۔ اس کا تقاضا تھا کہ اس مشکل کتاب کا سوال وجواب کی شکل میں کوئی خلاصہ ہونا چاہئے جس کو مختصر سے وقت میں پڑھ لینے سے کتاب کا ما حصل کسی حد تک ذہن میں جا گزیں ہو جائے اس کتاب میں دارالعلوم کے امتحانات کے سوال ہی اکٹھا کئے گئے ہیں جن کی تعداد ۵۰؍ ہے ۱۴۱۹ھ سے لیکر ۱۴۳۲ھ تک کے اکثر امتحان سالانہ کے سوال جمع کئے گئے ہیں اور کچھ ان کے علاوہ بھی ہیں، سوال میں کسی کمی بیشی کے بغیر جو پوچھا گیا ہے اسی کے جواب پر اکتفاء کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض سوالات صرف ترجمہ اور مطلب کی شکل میں بھی آپ کے سامنے آئیں گے لیکن اکثر مشکل سوالات کو اکٹھا کیا گیا ہے اور تعریفات تقریباً تمام ہی عربی اور اردو دونوں میں نقل کی گئی ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ یہ کتاب پڑھنے والوں کے حق میں نفع بخش ہو۔ آمین۔

خلیل اللہ نوادوی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسامی ص (۷)

اَلْمُشْتَرَکُ وَھُوَ مَا اشْتَرَکَ فِیْهِ مَعَانٍ أَوْأَسَامٍ لَا عَلیٰ سَبِیْلِ الْإِنْتِظَامِ وَ حُکْمُهٗ اَلتَّوَقُّفُ فِیْهِ بِشَرْطِ التَّأَمُّلِ لِیَتَرَجَّحَ بَعْضُ وُجُوْهِهٖ۔

عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے۔ نیز اس کی اس طرح تشریح کریں کہ جس سے مشترک کی تعریف فوائد قیود کے ساتھ واضح ہوجائے۔ ساتھ ساتھ مؤول کی تعریف اور اس کا حکم بھی لکھیں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ مشترک وہ لفظ ہے جس میں چند معانی یا چند اسماء شریک ہوں (لیکن یہ اشتراک) علی سبیل الشمول نہ ہو۔ اور مشترک کا حکم یہ ہے کہ تأمل اور غور وفکر کی شرط کے ساتھ اس میں توقف کیا جائے تاکہ اس کا کوئی ایک معنی راجح ہوسکے۔

تشریح:۔۔۔ وضع کے اعتبار سے لفظ کی تیسری قسم مشترک ہے، اور مشترک وہ لفظ ہے جس میں چند معانی یا چند اسماء شریک ہوں مگر یہ اشتراک علی سبیل البدلیت (یکے بعد دیگرے ہو) اور علی سبیل الشمول نہ ہو۔

فوائد قیود:۔۔۔ مشترک کی تعریف میں لفظ 'ما' جس سے مراد لفظ موضوع ہے بمنزلہ جنس کے ہے، خاص، عام، مشترک سب کو شامل ہے، اور "ما اشترک فیه،، یہ فصل اول ہے جس کے ذریعہ عام کی تعریف سے خاص نکل جاتا ہے کیوں کہ خاص میں اشتراک نہیں ہوتا، البتہ اس قید سے عام مشترک کی تعریف سے خارج نہ ہوگا کیوں کہ عام میں بھی اشتراک ہوتا ہے۔

لا علی سبیل الا نتظام:۔۔۔ یہ دوسری فصل ہے اس قید کی وجہ سے عام مشترک کی تعریف خارج ہوجائے گا کیوں کہ عام کا اشتراک اپنے تمام افراد میں علی سبیل الشمول ہوتا ہے جب کہ مشترک کا اشتراک علی سبیل البدلیۃ ہوتا ہے، "معانٍ أو أسام" اس لفظ کے ذریعہ مشترک کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تقسیم کو بتانا ہے اس طور پر کہ مشترک کی دو قسمیں ہیں:۔ لفظی، معنوی۔
معنوی کی مثال:۔۔۔ جیسے کہ نہل، سیراب ہونے اور پیاسا ہونے دو معنوں میں مشترک ہے اسی طرح لفظ ''قروء'' حیض اور طہر دونوں معنی میں مستعمل ہے۔
لفظی:۔۔۔وہ مشترک جس میں مسمیات (اعیان خارجیہ) کا اشتراک ہوتا ہے جیسے لفظ عین: سورج، چشمہ، گھٹنے، آنکھ وغیرہ اعیان خارجیہ کے درمیان مشترک ہے۔
مشترک کا حکم:۔۔۔ مشترک کا حکم یہ ہے کہ اس کے معانی میں سے کسی متعین معنی پر اعتماد رکھنے میں توقف کرے یعنی مشترک کے چند معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کر کے اس پر اعتماد رکھنے کے سلسلہ میں توقف کرے یہاں تک کہ غور وفکر کے ذریعہ کسی ایک معنی کا تعین دلیل کے ذریعہ ہو جائے۔
مؤول کی تعریف:۔۔۔ المؤول هو الترجيح من المشترك بعض وجوهه بغالب الرأي۔ (مؤول وہ مشترک ہے جس کا کوئی ایک معنی مجتہد کی تاویل سے راجح ہو کر متعین ہو جائے (یعنی جب تک مشترک کے کسی معنی کو ترجیح حاصل نہ ہو اس وقت تک وہ لفظ مشترک ہے اور جب کسی ایک معنی کو ترجیح حاصل ہو جائے تو وہ مؤول ہے۔
مؤول کا حکم:۔۔۔ مؤول کا حکم یہ ہے کہ مجتہد کی تاویل سے جو معنی متعین ہوں گے اس پر عمل کرنا تو واجب ہوگا لیکن اس احتمال کے ساتھ کہ یہ غلط ہو اور دوسرے معنی صواب ہوں، لہذا مؤول کے ذریعہ جو حکم ثابت ہوگا وہ محتمل ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۹)

ضِدُّ الْمُفَسِّرِ اَلْمُجْمَلُ وَهُوَ مَا ازْ دَحَمَتْ فِيهِ الْمَعَانِىْ فَاشْتَبَهَ الْمُرَادُ بِهَا اشْتِبَاهاً لَايُدْرَكُ إِلَّا بِبَيَانٍ مِنْ جِهَةِ الْمُجْمِلِ كَآيَةِ الرِّبوا وَ حُكْمُهُ اَلتَّوَقُّفُ فِيهِ عَلىٰ اعْتِقَادِ حَقِيَّةِ الْمُرَادِ بِهِ إِلىٰ أَنْ يَأْتِيَهُ الْبَيَانُ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ مجمل کے لغوی اور اصطلاحی معنی مع مثال تحریر کیجئے۔ نیز مجمل کے حکم کی وضاحت کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور مفسر کی ضد مجمل ہے اور مجمل وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی جمع ہو گئے ہوں اور اس کی مراد اس قدر مشتبہ ہو گئی ہو جس کا ادراک نہ کیا جا سکتا ہو مگر ایسے بیان سے جو مجمل کی طرف سے ہو جیسے آیت ربا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد کے حق ہونے کے اعتقاد کے ساتھ اس پر عمل کے سلسلہ میں توقف ہو یہاں تک کہ متکلم کی طرف سے اس کے پاس بیان آجائے۔

مجمل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔۔۔المجمل ماخوذ من أجمل الامر اذا أبهمه (یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب لوگوں پر معاملہ مشتبہ ہو جائے) وهو كلام ازدحمت فيه المعانى فاشتبه المراد به اشتباها لايدرك الا ببيان من جهة المجمل۔

تشریح:۔۔۔مجمل یہ مفسر کی ضد ہے اور یہ ضد اس طرح ہے کہ جس طرح جانب ظہور میں مفسر میں نسخ کے علاوہ کوئی احتمال باقی نہیں رہتا ہے اسی طرح جانب خفاء میں مجمل کے اندر بیان کے احتمال کے علاوہ کوئی احتمال نہیں رہتا، اور مجمل ایسے کلام کو کہا جاتا ہے جس میں بہت سارے معانی جمع ہو گئے ہوں اور اس کی مراد اس قدر مشتبہ ہو کہ مجمل (متکلم) کے بیان ہی سے معلوم ہو سکتی ہو نفس عبارت سے معلوم نہ ہو سکتی ہو، پھر مجمل کو جس بیان کی ضرورت ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) بیان شافی اور قطعی جیسے صلاۃ اور زکاۃ یہ دونوں مجمل ہیں لیکن صاحب شریعت نے اپنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اقوال افعال سے ان دونوں کو قطعی طور پر اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہا، ایسے کافی اور شافی بیان کے بعد مجمل مفسر ہو جائے گا۔

(۲) بیان شافی ہو لیکن قطعی نہ ہو بلکہ ظنی ہو جیسے مسح رأس کے سلسلہ میں قرآن پاک کی آیت وامسحوا برؤوسکم مجمل ہے اور حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کی حدیث اس کا بیان ہے یہ بیان شافی تو ہے لیکن خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی ہے۔

(۳) بیان شافی نہ ہو، بیان کے شافی نہ ہونے کی صورت میں مجمل مشکل بن جاتا ہے اور اس صورت میں مجمل کا وہی حکم ہو جاتا ہے جو مشکل کا ہوتا ہے (طلب وتأمل کرنا) اس کی مثال آیت ربا ہے (وحرم الربٰو) ہے اس آیت میں ربا مجمل ہے، اس طور پر کے ربا کے معنی زیادتی کے ہیں اور ہر زیادتی شریعت میں حرام نہیں ہے جب ہر صورت میں زیادتی حرام نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں حلال بھی ہے لیکن آیت سے یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ کون سی زیادتی حلال ہے اور کون سی زیادتی حرام پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معنی مرادی کو بیان فرمانے کی غرض سے یہ حدیث ارشاد فرمائی:

الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير۔۔۔ الخ۔۔۔ یعنی ان چھ چیزوں میں کمی زیادتی کے ساتھ بیع وشراء حرام ہے اس حدیث سے چھ چیزوں کا حال تو معلوم ہو گیا لیکن دیگر چیزوں کا حال معلوم نہ ہو سکا اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ربا کے متعلق تشفی بخش وضاحت نہیں فرمائی۔ لہذا یہ بیان غیر شافی ہے لہٰذا مذکورہ چھ چیزوں میں ربا کا حکم مؤول ہوگا اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں میں مشکل ہوگا۔

مجمل کا حکم:۔۔۔ یہ ہے کہ اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ہو اور عمل کے سلسلہ میں اس وقت تک توقف کیا جائے جب تک کہ متکلم اپنے کلام کی مراد بیان نہ کر دے۔ اور متکلم کا بیان شافی بھی ہو سکتا ہے اور غیر شافی بھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۱۰)

عبارت کو حل کرتے ہوئے بتایئے کہ متشابہ کی مراد آیا اس وجہ سے دریافت نہیں کی جاسکتی کہ اسے معلوم کرنا مشکل ہے یا اس بنا پر کہ خدا تعالیٰ نے دریافت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے نیز یہ واضح کیجئے کہ خدا تعالی کے سوا اور کوئی متشابہات کی حقیقت پر مطلع ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو والراسخون فی العلم پر وقف کیسے ہوگا اور اگر نفی پر اصرار ہے تو پھر علمائے راسخین اس کے قائل کیوں ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد سے واقف تھے۔

الجواب:۔ وَضِدُّ الْمُحْكَمِ أَلْمُتَشَابِهُ وَهُوَ مَا لَا طَرِيقَ لِدَرْكِهٖ أَصْلاً حَتَّى سَقَطَ طَلَبُهُ وَحُكْمُهُ أَلتَّوَقُّفُ فِيهِ أَبَداً عَلَى اعْتِقَادِ حَقِيَّةِ الْمُرَادِ بِهٖ۔

اور محکم کی ضد متشابہ ہے اور متشابہ وہ کلام ہے جس کی مراد معلوم کرنے کا بالکل کوئی طریقہ نہ ہو حتی کہ اس کی مراد کی طلب بھی ساقط ہوگئی ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد کے حق ہونے کے اعتقاد کے ساتھ اس کے بارے میں ہمیشہ کیلئے توقف ہوگا۔

تشریح:۔۔۔ محکم ظہور اور قوت میں اس درجہ کو پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ اس میں نسخ کا احتمال نہیں رہتا اور متشابہ خفا میں اس درجہ پہنچا ہوتا ہے کہ اس سے بیان کی امید بھی منقطع ہوتی ہے اس لئے محکم کی ضد متشابہ کو قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال متشابہ وہ کلام ہے جس کی مراد کو پانے کی کوئی صورت نہ ہو اور امت مسلمہ پر اس کی مراد کو طلب کرنا بھی واجب نہیں بلکہ منع ہے پھر متشابہ کی مراد معلوم نہیں ہوسکتی اور بیان کی بھی کوئی امید نہیں ہوتی کیوں؟ اس کی کئی وجہ ہوا کرتی ہے:

(۱) کبھی تو بیان کی امید کا منقطع ہونا اور اس کی مراد کو نہ پاسکنا کبھی عارضی ہوتا ہے مثلاً ایک مجمل کلام ہے لیکن اس کی مراد بیان کرنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ وہ جگہ ہے جہاں مراد معلوم ہونے کی امید تھی لیکن ایک عارض (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات) کی وجہ سے یہ امید منقطع ہوگئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۲) کبھی امید کا منقطع ہونا اوراس کی مراد کو نہ پاسکنا ذاتی ہوتا ہے مثلاً کسی کلام کی مراد معلوم ہونے کی امید کا منقطع ہونا خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

(۳) اور کبھی متشابہ کی مراد کو نہیں پایا جاسکتا اور امید منقطع ہوتی ہے اسلئے کہ انسان اس کے سمجھنے پر قادر ہی نہیں ہے جیسے تقدیر کا مسئلہ کہ انسان اس کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہے وہ اسے سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔اب یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض صورت وہ ہے جس میں انسان متشابہ کی مراد معلوم کرنے پر قادر ہی نہیں ہے جیسا کہ تیسری قسم میں اور پہلی دو صورتیں وہ ہیں کہ مراد معلوم ہوسکتی تھی (اگر پیغمبر علیہ السلام بیان فرمادیتے) لیکن آپ نے بیان نہیں فرمایا تو ان کی مراد کا جاننا بھی مشکل ہوگیا پھر بھی اگر کوئی شخص اسکو جاننے کی کوشش کرے تو وہ قرآن کی مذمت کا مصداق ہوگا گویا کہ متشابہ کی مراد معلوم کرنا مشکل ہے اسلئے اللہ نے مذمت فرمائی ہے چنانچہ اصل وجہ تو اس کی مراد کے معلوم ہونے کا مشکل ہونا ہے پھر نہ ماننے والوں کیلئے وعید اور مذمت ہے مذمت اس کے دریافت نہ ہونے کی (متشابہ کی مراد معلوم نہ ہونے کی) وجہ نہیں ہے۔

متشابہ کا حکم:۔۔۔متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس عمل کے سلسلہ میں توقف واجب ہے لیکن اجمالی طور پر اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ضروری ہے۔

ایک اشکال اوراس کا جواب:۔۔۔اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اگر متشابہ کی مراد اگر چہ امت میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے تو پھر "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" پر وقف کیسے درست ہوگا جب کہ اس صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ متشابہ کی مراد صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور کوئی نہیں اس وقت متشابہ کی مراد نہ جاننے والوں میں پیغمبر علیہ السلام کا استثناء کیسے درست ہوگا جب کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ متشابہ کی مراد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

جواب:۔۔۔یہ ہے کہ وقف "الا اللہ" پر ہے اور رہا پیغمبر علیہ السلام کے متشابہات سے واقف ہونے کا اعتراض تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول آیت سے پہلے متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اس کے علاوہ کسی کو نہیں لیکن نزول آیت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسکا علم دیدیا گیا اور آپ بھی متشابہات کی مراد سے واقف ہوگئے اور جب ایسا ہے تو الا اللہ پر وقف کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

باوجود یہ کہنا درست ہے کہ پیغمبر علیہ السلام بھی متشابہات کی مراد سے واقف تھے۔ یہ جواب نفی کو اختیار کرنے کی صورت میں ہے اور احناف کے نزدیک یہی راجح ہے۔

حسامی ص (۱۰)

وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ فِيْ وُجُوْهِ اسْتِعْمَالِ ذٰلِكَ النَّظْمِ وَجَرَيَانِهٖ فِيْ بَابِ الْبَيَانِ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ أَلْحَقِيْقَةُ وَالْمَجَازُ وَالصَّرِيْحُ وَالْكِنَايَةُ۔ فَالْحَقِيْقَةُ إِسْمٌ لِكُلِّ لَفْظٍ أُرِيْدَ بِهٖ مَا وُضِعَ لَهٗ وَالْمَجَازُ إِسْمٌ لِكُلِّ لَفْظٍ أُرِيْدَ بِهَا غَيْرُ مَا وُضِعَ لَهٗ لِاِتِّصَالٍ بَيْنَهُمَا مَعْنًى كَمَا فِيْ تَسْمِيَةِ الشُّجَاعِ أَسَدًا وَالْبَلِيْدِ حِمَارًا أَوْ ذَاتًا كَمَا فِيْ تَسْمِيَةِ الْمَطَرِ سَمَاءً وَالْاِتِّصَالُ سَبَبًا مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ وَهُوَ نَوْعَانِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اور مطلب تحریر کریں۔ اتصال معنوی اور اتصال ذاتی کا کیا مطلب ہے؟ اور والاتصال سببا من ھذا القبیل کا مشار الیہ کیا ہے۔ پھر اسکی دونوں نوعوں کی ضاحت کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ اور تیسری قسم بیان معنی کے باب میں اس نظم کے استعمال اور ن کے جاری ہونے کے اقسام میں ہے اور وہ چار ہیں۔ حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ۔ پس حقیقت ر اس لفظ کا نام ہے جس سے موضوع لہ معنی کا ارادہ کیا گیا ہو اور مجاز ہر اس لفظ کا نام ہے جس سے ن معنی کے علاوہ کا ارادہ کیا گیا ہو جس کیلئے وہ لفظ وضع کیا گیا ہو ان دونوں کے درمیان اتصال نوی کیوجہ سے جیسا کہ شجاع کو اسد اور احمق کو گدھے کے ساتھ موسوم کرنے میں یا اتصال ذاتی یوجہ سے جیسا کہ بارش کو سماء کے ساتھ موسوم کرنے میں اور اتصال سببی اسی قبیل سے ہے۔ اور صال سببی کی دو قسمیں ہیں۔

تشریح:۔۔۔ یہاں سے مصنف نے اس لفظ کی جو معنی پر دلالت کرتا ہے اس کی تیسری قسم ن فرمائی ہے اور اس کے تحت چار قسمیں ہیں حقیقت (وہ لفظ جو اپنے معنی موضوع لہ میں تعمال کیا گیا ہو) مجاز (وہ لفظ جو غیر معنی موضوع لہ میں استعمال ہوا ہو کسی علاقہ کی وجہ سے)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صریح ماظھر المراد بہ ظھورا بیناً حقیقۃ کان او مجازا۔ صریح وہ لفظ ہے جس کے معنی اور مراد بالکل واضح ہوں کنایہ:۔ مااستتر المراد بہ۔ وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو اور بغیر قرینہ کے سمجھ میں نہ آتی ہو۔ یہاں تک تو اجمالی تقسیم بیان فرمائی ہے اور آگے تفصیل سے ہر قسم کو بیان فرما رہے ہیں اور سب سے پہلے حقیقت کی تعریف کر رہے ہیں کہ حقیقت ایسا لفظ جو اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہو جیسے اسد بول کر شیر مراد لینا مثلا دوسری قسم مجاز ہے کہ لفظ اپنے معنی غیر موضوع لہ میں کسی علاقہ کیوجہ سے مستعمل ہو اسی کو مصنف نے لاتصال بینھما سے بیان کیا ہے پھر اس اتصال کی دو قسمیں ہیں (۱) اتصال صوری (۲) اتصال معنوی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مجاز اور حقیقت کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو تو استعارہ کہا جاتا ہے اور اگر تشبیہ کے علاوہ دوسرا علاقہ ہو تو مجاز مرسل کہا جاتا ہے مجاز مرسل کے چوبیس علاقہ ہیں جن کی تفصیل دوسری کتابوں میں ہے۔ مصنف نے تمام کو صرف دو میں منحصر کر دیا (اتصال صوری اور اتصال معنوی) میں وہ اس طرح کے مجاز مرسل کے تمام علاقوں کو لفظ ذاتاً صورۃً سے تعبیر کیا ہے اور استعارہ کے علاقہ تشبیہ کو لفظ معنیً سے تعبیر کیا ہے گویا مصنف یوں کہتے ہیں کہ مجاز کا طریقہ یہ ہے کہ معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان مجاز مرسل کے علاقوں میں سے کوئی علاقہ موجود ہو یا استعارہ کا علاقہ (تشبیہ) موجود ہو اول کو اتصال صوری اور ثانی کو اتصال معنوی کہتے ہیں۔ اتصال صوری سے مصنف کی مراد یہ ہے کہ معنیٔ مجازی کی صورت معنیٔ حقیقی کی صورت کے ساتھ کسی طرح کی مجاورت کیوجہ سے متصل ہو اس طور پر کہ معنیٔ مجازی معنیٔ حقیقی کا سبب ہو یا علت ہو یا شرط ہو یا حال ہو یا اس کے برعکس ہو یعنی معنیٔ حقیقی معنیٔ مجازی کا سبب ہو یا علت یا شرط ہو یا حال ہو۔

مصنف نے اپنے قول والاتصال سببا من ھذا القبیل سے اسی کو بیان کیا ہے یعنی سبب اور مسبب اور علت اور معلول کے درمیان جو اتصال ہوتا ہے وہ اتصال صوری کہلاتا ہے۔ اور اتصال معنوی سے مراد یہ ہے کہ معنیٔ حقیقی اور معنیٔ مجازی دونوں کسی ایسے معنی میں شریک ہوں جو معنی مشبہ بہ (معنیٔ حقیقی) کے ساتھ مختص ہوں اور اس معنی کا مشبہ بہ کے اندر پایا جانا مشہور بھی ہو۔ مصنف نے اتصال معنوی کی دو مثالیں ذکر کی ہیں (۱) رجل شجاع کا اسد (شیر) نام رکھنا (اسد بول کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بہادر آدمی مراد لینا) اس مثال میں وہ معنی جس میں شیر اور بہادر آدمی دونوں شریک ہیں بہادری اور دلیری ہے اور شیر کے اندر اس صفت کا پایا جانا مشہور بھی ہے اور شجاعت شیر کے ساتھ مختص بھی ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ حمار بول کر احمق (بیوقوف آدمی) مراد لیا جائے کہ بیوقوف آدمی اور گدھا دونوں حماقت اور غباوت میں شریک ہیں اور حماقت گدھے کے ساتھ مختص ہے اور اس کا (حماقت) کا گدھے میں پایا جانا مشہور بھی ہے اتصال صوری کی مثال مصنف نے یہ دی ہے کہ سماء بول کر بارش مراد لیا جائے کیوں کہ بارش کی صورت سماء کی صورت کے ساتھ متصل ہے اس طرح کہ عرف میں ہر اوپر والی چیز کو سماء کہہ دیا جاتا ہے اور بادل بھی چوں کہ اوپر ہی ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی سماء کہہ دیا گیا ہے اور بارش چوں کہ بادل ہی سے ہوتی ہے اس لئے بارش کا بادل سے صورۃ اتصال ہوا اور اسی اتصال صوری کی وجہ سے مجازاً بارش کو بادل (سماء) کہہ دیا گیا ہے۔

قولہ: وھو نوعان:۔۔۔ھو نوعان میں ھو ضمیر کا مرجع والاتصال سبباً ہے وھو نوعان کی عبارت سے مصنف نے جو بات بیان کی ہے اس کی تشریح یہ ہے اتصال سببی (معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی) کے درمیان اس طرح کا اتصال کہ دونوں میں سے کوئی ایک سبب اور دوسرا مسبب ہو یا دونوں میں سے کوئی ایک علت اور دوسرا معلول ہو اتصال صوری کے قبیل سے ہے نہ کہ اتصال معنوی کے قبیل سے کیوں کہ علت اور معلول میں سے معلول علت سے صورۃ متصل ہوتا ہے اسی طرح سبب اور مسبب میں سے مسبب سبب کے ساتھ متصل ہوتا ہے مصنفؒ نے اتصال صوری اور اتصال معنوی میں سے اتصال معنوی کی تفصیل تو بالکل چھوڑ دی ہے اور اتصال صوری کے ۲۴ راقسام میں سے ۲۲ رکو ترک کر دیا ہے اور صرف دو کو بیان کیا ہے: ”اتصال بین العلة والمعلول۔اتصال بین السبب والمسبب“ پہلی قسم (معلول) حکم کا اتصال علت کے ساتھ یا فرع (مسبب) کا اتصال سبب کے ساتھ ہو حکم (معلول) علت کے ساتھ متصل ہو جیسا کہ ملک شراء کے ساتھ متصل ہوتی ہے اور فرع (مسبب) اپنے سبب کے ساتھ متصل ہو جیسے کسی شخص کا اپنی مملوکہ باندی سے انت حرۃ کہنا۔ کیوں کہ یہ الفاظ زوال ملک متعہ کا سبب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۱۴)

وَمِنْ حُكْمِ الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ إِسْتِحَالَةُ اجْتِمَاعِهِمَا مُرَادَيْنِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ كَمَا اسْتِحَالَ أَنْ يَكُوْنَ الثَّوْبُ الْوَاحِدُ عَلَى اللَّابِسِ مِلْكاً وَعَارِيَةً فِيْ زَمَانٍ وَاحِدٍ۔

عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کیجئے۔ حقیقت ومجاز کی تعریف کر کے ان کے مذکورہ حکم کو مثال سے سمجھائیے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور حقیقت اور مجاز کا حکم ان دونوں کے اجتماع کا محال ہونا ہے اس حال میں کہ دونوں ایک لفظ سے مراد ہوں جیسا کہ یہ بات محال ہے کہ ایک کپڑا پہننے والے کے بدن پر ایک وقت میں بطریق ملک اور عاریت دونوں ہوں۔ (سوال کا دوسرا جزء سوال ولهذا قال محمد علیہ الرحمۃ میں گذر چکا ہے۔

تشریح:۔۔۔اس عبارت میں مصنف نے ایک اختلافی مسئلہ چھیڑا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک لفظ سے معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کو اس طرح مراد لینا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مستقلاً حکم متعلق ہو جائز ہے یا نہیں؟ احناف اور عام متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ اجتماع ناجائز اور محال ہے اور امام شافعی اور معتزلہ میں سے جبائی اور عبدالجبار کے نزدیک ان دونوں معنی کو جمع کرنا جائز ہے بشرطیکہ دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو اگر نا ممکن ہو تو امام شافعی کے یہاں بھی جمع کرنا ناجائز ہوگا۔ مثلاً وہ جگہ جہاں امام شافعیؒ بھی اجتماع ناجائز کہتے ہیں اعملو ماشئتم وجوب کے معنی میں حقیقت اور تہدید کے معنی میں مجاز ہے اور ان کا اجتماع محال ہے کیوں کہ وجوب کا تقاضہ اس کام کے کرنے کا ضروری ہونا ہے اور تہدید کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا نہ کرنا ضروری ہے لہٰذا یہ اجتماع امام شافعیؒ کے نزدیک بھی ناجائز ہے لیکن اگر اجتماع ممکن ہو تو پھر احناف اور شوافع کا اختلاف ہے احناف کے یہاں ممکن ہونے کی صورت میں بھی جمع ناجائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ممکن ہونے کی صورت میں جمع کرنا جائز ہے۔

مثال اس کی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "او لامستم النساء" لمس کے حقیقی معنی لمس بالید

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے ہیں اور مجازی معنی جماع کے ہیں اور ان کا اجتماع محال نہیں بلکہ ممکن ہے لہٰذا امام شافعیؒ دونوں معنی مراد لیتے ہیں (لمس بالید بھی اور جماع بھی) ہمارے نزدیک جماع کے معنی مراد ہیں اور لمس کے معنی کو مراد لینا جائز نہیں کیوں کہ حقیقت ومجاز کا اجتماع ہمارے نزدیک ناجائز ہے۔ مصنف نے لفظ "مرادین" کا اضافہ فرمایا ہے اس لفظ کو بڑھا کر یہ اشارہ مقصود ہے کہ اگر عموم مجاز کے طور پر لفظ کو استعمال کیا جائے تو یہ احناف کے نزدیک بھی جائز ہے اگر چہ اس صورت میں جمع بین الحقیقة والمجاز لازم آتا ہے اور یہ جائز اس لئے ہے کہ عموم مجاز کی صورت میں مراد تو صرف معنی مجازی ہوتا ہے البتہ معنی حقیقی تبعاً اس میں آجاتا ہے وہ مراد نہیں ہوتا۔

عموم مجاز کی تعریف:۔۔۔ حقیقت ومجاز دونوں معنی ایک ساتھ مراد لینا محال ہے اور یہ ایک امر معقول بھی ہے اس لئے مصنف ایک حسی مثال دے کر اس کو ذہن نشین کرتے ہیں۔

مثال کا خلاصہ یہ ہے ایک کپڑا اگر کوئی آدمی پہنے ہوئے ہو تو وہ یا تو اس کی ملکیت ہوگی یا اس نے عاریت پر لے رکھا ہوگا لیکن یہ بات محال ہے کہ ایک ہی زمانے میں وہ کپڑا جو اس کے بدن پر ہے اس کی ملکیت بھی ہو اور اس نے عاریت پر بھی لے رکھی ہو دونوں میں کوئی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے جس طرح ایک کپڑا جو بدن پر ہے ایک ہی وقت میں اسکا مملوک اور مستعار دونوں ہونا محال ہے اسی طرح ایک وقت میں ایک لفظ بطریق حقیقت بھی مستعمل ہو اور بطریق مجاز بھی یہ محال ہے۔

حقیقت کی تعریف:۔۔۔ الحقيقة اسم لكل لفظ اريد به ما وضع له۔ (لفظ کو اس کے معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا)

مجاز کی تعریف:۔۔۔ والمجاز اسم لكل لفظ اريد به غير ما وضع له لاتصال بينهما معنى۔ (لفظ کا غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا ان دونوں کے درمیان کسی مناسبت اور تعلق کیوجہ سے)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۱۳)

وَلِهٰذَا قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ فِي الْجَامِعِ لَوْ أَنَّ عَرَبِيًّا لَا وَلَاءَ عَلَيْهِ أَوْصَىٰ بِثُلُثِ مَالِهِ لِمَوَالِيهِ وَلَهُ مُعْتَقٌ وَاحِدٌ فَاسْتَحَقَّ النِّصْفَ كَانَ النِّصْفُ الْبَاقِي مَرْدُوْدًا إِلَى الْوَرَثَةِ وَلَا يَكُوْنُ لِمَوَالِيْ مَوْلَاهُ لِأَنَّ الْحَقِيْقَةَ أُرِيْدَتْ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَبَطَلَ الْمَجَازُ, وَإِنَّمَا عَمَّهُمُ الْأَمَانُ فِيْمَا إِذَا اسْتَأْمَنُوْا عَلَىٰ أَبْنَائِهِمْ وَمَوَالِيْهِمْ لِأَنَّ اِسْمَ الْأَبْنَاءِ وَالْمَوَالِيْ ظَاهِرًا يَتَنَاوَلُ الْفُرُوْعَ لٰكِنْ بَطَلَ الْعَمَلُ بِهِ لِتَقَدُّمِ الْحَقِيْقَةِ فَبَقِيَ مُجَرَّدُ الْإِسْمِ شُبْهَةً فِيْ حَقْنِ الدَّمِ وَصَارَ كَالْإِشَارَةِ إِذَا دَعَا بِهَا الْكَافِرَ إِلَىٰ نَفْسِهِ يَثْبُتُ بِهَا الْأَمَانُ لِصُوْرَةِ الْمُسَالَمَةِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ ذٰلِكَ حَقِيْقَةً۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ ولهذا قال محمد سے کس قاعدہ پر تفریع ہے نیز مصنف ؒ نے لا ولاء عليه کی قید کا کیوں اضافہ کیا ہے؟ وانما عمهم الامان سے کس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ اعتراض اور جواب دونوں کو واضح کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور اس وجہ سے امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا ہے اگر کسی عربی نے (جس کا کوئی معتق نہ ہو) اپنے ثلث مال کی اپنے موالی کیلئے وصیت کی حال یہ ہے کہ اس کا آزاد کردہ غلام ایک ہی ہے تو یہ آزاد کردہ غلام نصف ثلث کا مستحق ہوگا اور باقی نصف ثلث موصی (وصیت کرنے والے ورثاء کیلئے) لوٹا دیا جائیگا اور موصی کے آزاد کردہ کے آزاد کردہ کیلئے کچھ نہ ہوگا کیوں کہ اس لفظ (مولی) سے حقیقی معنی مراد لیا گیا ہے لہٰذا اب مجازی معنی کا ارادہ باطل ہوگا۔

اور بہر حال اس صورت میں جبکہ اہل حرب نے اپنے ابناء اور موالی پر امان طلب کی تو امان ان کے ابناء الابناء اور موالی الموالی کو بھی شامل ہوتے ہیں لیکن اس شمول پر حقیقت کے مجاز پر مقدم ہونے کی وجہ سے عمل باطل ہوگیا ہے تو اسم حفاظتِ دم میں محض شبہہ ہوکر رہ گیا اور یہ (بقاء شرکت اسمی) اشارہ کے مانند ہوگئی جب کہ کافر کو اشارہ سے اپنی طرف (حالت حرب) میں بلایا اس اشارہ سے صورۃ مصالحت کیوجہ سے امان ثابت ہوجائیگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تشریح:۔۔۔ ولھذا۔ یہ تفریع ہے اس سابقہ قاعدہ پر جو مصنفؒ نے بیان فرمایا ہے کہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ناجائز ہے۔ تفریع کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی پیدائشی آزاد آدمی اپنے موالی کیلئے تہائی مال کی وصیت کرے اور اس آدمی کا صرف ایک ہی معتَق (آزاد کردہ غلام) ہے تو اس کو ایک تہائی کا آدھا ملے گا اور تہائی کا باقی آدھا موصی (اس آزاد آدمی) کے وارثوں کو دیدیا جائیگا اور معتَق المعتَق (آزاد کردہ غلام کے آزاد کردہ غلام) کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ مولی کے جب حقیقی معنی مراد لے لئے گئے (آزاد کردہ غلام) تو مجازی معنی (معتَق المعتَق) کا مراد لینا باطل ہے۔

لا ولاء علیہ:۔۔۔ اس عبارت کا اضافہ مصنفؒ نے محض تاکید کیلئے کیا ہے اسلئے کہ ولاء عتاقہ عربی پر ثابت نہیں ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ ولاء عتاقہ کیلئے شرط یہ ہے کہ جس پر ولاء ثابت کی جائے وہ غلام رہا ہو اور عرب غلام نہیں ہوسکتے۔ عربوں کیلئے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو اسلام یا قتل بر خلاف اہل کتاب کے کہ ان کو رقیق بنانا جائز تھا تو ان کیلئے ولاء عتاقہ ثابت کرنا بھی درست تھا۔

وانما عمھم۔۔۔ الخ:۔ اس عبارت سے مصنفؒ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی حربی اپنے ابناء کے لئے مسلمانوں سے امان طلب کرے اور یہ کہے "آمنونی علی ابنائنا" یا اپنے موالی پر امان کرتے ہوئے کہے: "آمنونی علی موالینا" تو اس امان میں ابناء (بیٹے) اور ابناء الابناء (پوتے) دونوں شامل ہو جائیں گے اسی طرح موالی (آزاد کردہ غلام) اور موالی الموالی (آزاد کردہ غلام کے آزاد کردہ غلام) دونوں امان میں داخل ہوں گے۔ حالاں کہ ابناء بیٹوں کے معنی میں حقیقت اور ابناء الابناء (پوتوں) کے معنی میں مجاز ہے، اسی طرح موالی (آزاد کردہ غلام) کیلئے حقیقت ہے اور موالی الموالی (آزاد کردہ غلام کے آزاد کردہ غلام) کیلئے مجاز ہے اور جب مجاز میں یہ دونوں داخل ہوں گے تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آئیگا جو ناجائز ہے؟ یہ سوال کی تقریر ہے۔

جواب:۔۔۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ابناء اگرچہ بیٹوں کے معنی میں حقیقت ہے لیکن عرفاً اور ظاہراً ابناء الابناء (پوتوں) کو بھی شامل ہے جیسا کہ بنی آدم بولا جائے تو حضرت آدمؑ کے پوتے بھی داخل ہوتے ہیں، اسی طرح موالی اگرچہ معتَق کے معنی میں حقیقت ہے لیکن عرفاً اور ظاہراً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

معتق المعتق کو بھی شامل ہے، لہٰذا حربی کے آمنونی علی ابنائنا اور آمنونی علی موالینا کہنے اور ابناء (بیٹوں) اور موالی (معتق) مراد لینے کی وجہ سے عرفی اور ظاہری معنیٰ (ابناء الابناء اور معتق المعتق) کا مراد لینا باطل ہو گیا کیوں کہ حقیقت مجاز پر مقدم ہوا کرتا ہے لہٰذا ان مثالوں میں حقیقی معنی ہی مراد ہوں گے اور بیٹوں اور معتق کیلئے ہی صرف امان ثابت ہوگا ابناء الابناء اور معتق المعتق کیلئے امان حاصل نہ ہوگا لیکن جب یہ لفظ عرفاً اور ظاہراً ابناء الابناء اور معتق المعتق کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے تو ان کے دم کی حفاظت کے سلسلہ میں شبہہ پیدا ہو گیا۔ یعنی یہ شبہہ ہو گیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ امان میں داخل ہوں اور ہوسکتا ہے کہ امان میں داخل نہ ہوں اور امان محض شبہہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اس لئے ان کو بھی امان مل جائے گا، اس لئے نہیں کہ حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد لئے گئے ہیں بلکہ اس لئے کہ شبہہ پیدا ہو گیا اور شبہہ سے امان حاصل ہو جاتا ہے جس طرح بالارادہ امان حاصل ہو جاتا ہے۔

حسامی ص (۱۵)

أَمَّا مَسْئَلَةُ النَّذرِ فَلَيْسَ بِجَمْعٍ أَيْضاً بَلْ هُوَ نَذْرٌ بِصِيغَتِهِ يَمِينٌ بِمُوْجَبِهٖ وَهُوَ الْإِيْجَابُ لِأَنَّ إِيْجَابَ الْمُبَاحِ يَصْلُحُ يَمِيناً كَتَحْرِيمِ الْمُبَاحِ وَهٰذَا كَشِرَاءِ الْقَرِيبِ فَإِنَّهٗ تَمَلُّكٌ بِصِيغَتِهٖ تَحْرِيرٌ بِمُوْجَبِهٖ۔

سوال و جواب واضح انداز میں لکھیں۔ تحریم مباح یمین ہوتی ہے اس کی دلیل بیان کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ رہا نذر کا مسئلہ تو وہ بھی جمع بین الحقیقۃ والمجاز نہیں ہے بلکہ وہ کلام اپنے صیغہ کے اعتبار سے نذر ہے اور اپنے موجب اور مقتضی کے اعتبار سے یمین ہے اور وہ واجب کرنا ہے کیوں کہ مباح کو واجب کرنا یمین بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ مباح کو حرام کرنا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قریب کو خریدنا اسلئے کہ یہ اپنے صیغہ کے اعتبار سے مالک بننا ہے اور اپنے موجب کے اعتبار سے آزاد کرنا ہے۔

تشریح:۔۔۔ اس عبارت میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قائل نے اپنے قول للہ علی أن أصوم رجبا سے یمین کی نیت کی تو یہ کلام نذر اور یمین دونوں کا ہوگا مگر جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے طور پر نہیں جیسا کہ معترض نے کہا ہے بلکہ اس طور پر کہ کلام اپنے صیغہ کے اعتبار سے نذر ہے اور اپنے موجب اور حکم کے اعتبار سے یمین ہے صیغہ کے اعتبار سے نذر اسلئے کہ یہ صیغہ شریعت میں نذر کیلئے موضوع ہے اور اپنے موجب کے اعتبار سے یمین اسلئے ہے کہ ایک مباح چیز کو اپنے اوپر لازم کیا گیا ہے جس طرح مباح کو حرام کرنا یمین ہے اسی طرح مباح کو واجب کرنا بھی یمین ہے۔

تحریم مباح کے یمین ہونے کی دلیل:۔۔۔لم تحرم ما احل اللہ لک اور آگے ارشاد فرمایا: قد فرض اللہ لکم تحلۃ أیمانکم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اعتراض اس وقت لازم آتا جب کہ بین الحقیقۃ والمجاز کا ارتکاب کیا جاتا جبکہ یہاں جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے ہی نہیں بلکہ یہ قول اپنے صیغہ کے اعتبار سے نذر ہے اور اپنے موجب کے اعتبار سے یمین ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یمین اس کلام کے معنی مجازی نہیں ہیں جیسا کہ معترض نے سمجھا ہے بلکہ وہ اس کلام کا موجب ہے اور یہاں معنی حقیقی اور اس کے موجب اور حکم کا جمع ہونا لازم آتا ہے نہ کہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز۔ لہٰذا اس مسئلہ کو لیکر اعتراض کرنا درست نہ ہوگا جواب کی نظیر مصنف بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب آدمی اپنے ذی رحم محرم کو خرید لے تو وہ فوراً آزاد ہوجاتا ہے یہاں یہ خریدنا اپنے صیغہ کے اعتبار سے مالک بنا ہے کیوں کہ شراء ملک کیلئے موضوع اور یہ صیغہ اپنے موجب اور حکم کے اعتبار سے اعتاق آزاد کرنا ہوگا کیوں کہ شراء کا تقاضہ ملک کا اثبات ہے اور اعتاق کا تقاضہ ازالۂ ملک ہے اور دونوں میں منافات ظاہر ہے مگر اس کے باوجود دونوں جمع ہیں وجہ یہی ہے کہ یہ خریدنا اپنے صیغہ کے اعتبار سے تملک (مالک بنا) ہے اور اپنے صیغہ اور موجب کے اعتبار سے اعتاق آزاد کرنا ہے جس طرح یہاں معنی حقیقی اور موجب کا اجتماع ہے اسی طرح نذر کے مسئلہ میں بھی معنی حقیقی اور موجب کا اجتماع ہے نہ کہ حقیقت اور مجاز کا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۱۶)

وَعَلٰی هٰذَا قُلْنَا: إِنَّ التَّوْكِيْلَ بِالْخُصُوْمَةِ يَنْصَرِفُ إِلٰی مُطْلَقِ الْجَوَابِ لِأَنَّ الْحَقِيْقَةَ مَهْجُوْرَةٌ شَرْعاً وَالْمَهْجُوْرُ شَرْعاً بِمَنْزِلَةِ الْمَهْجُوْرِ عَادَةً أَلَا تَرٰی أَنَّ مَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ هٰذَا الصَّبِيَّ لَمْ يَتَقَيَّدْ بِزَمَانِ صِبَاهُ لِأَنَّ هِجْرَانَ الصَّبِيِّ مَهْجُوْرٌ شَرْعاً۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وعلی هذا سے جس ضابطہ کی طرف اشارہ ہے اسے بیان کرنے کے بعد پوری عبارت کا مطلب لکھیں، "ہجران صبی" کے مہجور شرعی ہونے کی دلیل بھی لکھیں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اسی بنا پر ہم نے کہا کہ توکیل بالخصومۃ مطلق جواب کی طرف راجع ہوگی اس لئے کہ حقیقت شرعاً مہجور ہے اور جو چیز شرعاً مہجور ہو وہ عادۃً مہجور کے مرتبہ میں ہوتی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ اس بچہ سے گفتگو نہیں کریگا تو یہ قسم اس کے بچپن کے زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہوگی کیونکہ بچہ کو چھوڑنا شرعاً مہجور ہے۔

تشریح:۔۔۔وعلی هذا کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت جب مہجور ہو تو مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے (مصنف نے کہا ہے کہ جو حقیقت شرعاً مہجور ہو وہ عادۃً مہجور کے حکم میں ہوتی ہے یعنی جس طرح عادۃً اگر کوئی حقیقت مہجور ہو تو مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسی طرح اگر حقیقت شرعاً مہجور ہو تو وہاں بھی مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مصنفؒ اس عبارت میں حقیقت مہجورہ شرعاً کی مثالیں بیان فرمارہے ہیں پہلی مثال یہ ہے کہ خصومت یعنی منازعہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے: "ولا تنازعوا" تو خصومت اس ارشاد یعنی "ولا تنازعوا" کی وجہ سے چونکہ شرعاً مہجور ہے اسلئے توکیل بالخصومت مجاز یعنی مطلقاً جواب کی طرف راجع ہوگی اور توکیل بالخصومت سے مطلقاً جواب مراد ہوگا، وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس پر ایک ہزار روپے ہیں پھر مدعیٰ علیہ (دوسرا شخص) نے کسی تیسرے شخص کو قاضی کی عدالت میں مدعی (پہلے شخص) کے ساتھ خصومت کا وکیل بنایا تو یہ توکیل بالخصومت مطلقاً جواب پر محمول ہوگی اسلئے کہ توکیل بالخصومت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے حقیقی معنی تو یہ ہیں کہ وکیل مدعی کے ہر بات کا انکار کرتا رہے اور اختلاف باقی رہے خواہ مدعی حق پر ہو یا باطل ہو اور توکیل بالخصومت کے مجازی معنی مطلقاً جواب کے ہیں کہ اگر مدعی کا دعوی اسے تسلیم ہے تو نعم کہہ دے اور اگر دعوی تسلیم نہیں ہے تو لا کے ذریعہ جواب دیدے اور مدعی کے دعوے کو رد کردے کہ اس کے موکل پر ایک ہزار روپئے واجب نہیں ہے یہ پہلی مثال کی توضیح ہے۔ دوسری مثال حقیقت مہجورہ شرعا کی یہ ہے کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ وہ اس بچہ سے بات نہیں کرے گا (واللہ لا اکلم ھذا الصبی) تو یہاں اس کے حقیقی معنی مراد نہ ہوں گے یعنی یہ کلام حقیقت پر محمول ہو کر صرف بچپن کے زمانہ کے کلام کے ساتھ خاص نہ ہوگا بلکہ اس کلام کے مجازی معنی مراد ہوں گے اور "ھذا الصبی" سے مراد "ھذہ الذات" کے ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ میں اس ذات سے بات نہیں کروں گا۔

ہجران صبی کے مہجور شرعی ہونے کی دلیل:۔۔۔اس کلام کے حقیقی معنی یعنی بچہ سے بچپن میں بات نہ کرنا شرعا مہجور ہے کیونکہ شریعت نے "من لم یرحم صغیرنا" سے بچوں پر شفقت کا حکم دیا ہے اور شفقت نہ کرنے پر "فلیس منا" سے وعید بیان فرمائی ہے اور وعید والی چیز کا کرنا حرام ہوتا ہے لہٰذا بچہ کے ساتھ ترک کلام حرام ہوگا اور حرام شرعا متروک اور مہجور ہوتا ہے لہٰذا اس کلام کے معنیٔ مجازی مراد لیں گے اور کہیں گے کہ وہ اس ذات سے بات نہیں کرے گا یہ قسم اس نے کھائی ہے لہٰذا جب وہ بچپن میں کلام نہ کرنے کے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے تو جب بھی وہ اس سے بات کرے گا خواہ وہ بچپن میں ہو یا جوانی یا بڑھاپے میں بہر حال حانث ہو جائے گا، یہ دوسری مثال حقیقت مہجورہ شرعا کی ہے لیکن مصنفؒ نے اس مثال کو پہلی مثال کی تائید کے طور پر تعاذ کر کیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۱۸)

ثُمَّ جُمْلَةُ مَا تُتْرَكُ بِهِ الْحَقِيقَةُ خَمْسَةٌ قَدْ تُتْرَكُ بِدَلَالَةِ مَحَلِّ الْكَلَامِ وَبِدَلَالَةِ الْعَادَةِ كَمَا ذَكَرْنَا وَبِدَلَالَةِ مَعْنًى يَرْجِعُ إِلَى الْمُتَكَلِّمِ كَمَا فِي يَمِينِ الْفَوْرِ وَبِدَلَالَةِ سِيَاقِ النَّظْمِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً" وَبِدَلَالَةِ اللَّفْظِ فِي نَفْسِهِ كَمَا إِذَا حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْماً فَأَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ لَمْ يَحْنَثْ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ جن امور کی وجہ سے حقیقت کو ترک کیا جاتا ہے ان کی مع مثال وضاحت کیجئے۔ اور یمین فور کی تعریف کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ پھر جن قرائن کیوجہ سے حقیقت کو ترک کر دیا جاتا ہے ان کی تعداد پانچ ہے کبھی حقیقت کو محل کلام کی دلالت کیوجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے اور حقیقت کبھی عادت کے دلالت کرنے کی وجہ سے متروک ہوجاتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور ایسے معنی کی دلالت کی وجہ سے جو متکلم کی طرف راجع ہوتے ہیں جیسا کہ یمین فور میں اور سیاق کلام کیوجہ سے جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد: "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَاراً" اور لفظ کی فی نفسہ دلالت کیوجہ سے جیسا کہ جب قسم کھائے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا پس مچھلی کا گوشت کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

تشریح:۔۔۔ مصنفؒ نے اس عبارت میں ان قرائن اور مواضع کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے حقیقت متروک ہوجاتی ہے اور مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ وہ پانچ مواضع ہیں:

(۱) کبھی حقیقت کو محل کلام کیوجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے اور مجازی معنی مراد لئے جاتے ہیں محل کلام سے مراد وہ محل ہے جس میں کلام واقع ہوتا ہے اور جس کے ساتھ کلام متعلق ہوتا ہے اور محل کلام کی دلالت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کلام کے حقیقی معنی کی صلاحیت ہی نہ رکھتا ہو اور حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ذات نبویؐ کا کاذب ہونا لازم آتا ہے لہٰذا ان جیسی جگھوں پر کذب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لازم آنے سے بچنے کیلئے مجاز کی طرف رجوع کریں گے مثلاً حدیث پاک ہے: ”إنما الأعمال بالنیات“ اس کے حقیقی معنی یہ ہیں افعال واعمال نیتوں پر موقوف ہیں نیتوں کے بغیر افعال وجود میں نہیں آتے حالانکہ یہ بات خلاف واقع اور جھوٹ ہے کیوں کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بے شمار افعال واعمال ایسے ہیں جو بغیر نیت کے وجود میں آتے ہیں پس اس حدیث کے حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں الصادق المصدوق نبی اکرم ﷺ کا کاذب ہونا لازم آتا ہے اس لئے اس کو مجازی معنی پر محمول کر کے اس سے پہلے مضاف ،،ثواب،، یا حکم کا لفظ مقدم مان لیں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ اعمال کا ثواب نیتوں پر ہے حاصل یہ ہے کہ یہاں محل کلام کی دلالت کی وجہ سے حقیقت کو ترک کر کے مجازی معنی مراد لئے گئے ہیں اور یہ ان مواضع میں سے پہلی جگہ ہے۔

(۲) دوسری جگہ جہاں معنی حقیقی دلالت عادت کی وجہ سے متروک ہوجاتا ہے کیوں کہ کلام مخاطب کو متکلم کی مراد سمجھانے کیلئے ہوتا ہے پس جب کلام معنیٔ لغوی سے منتقل ہو کر عرفاً اور عادتاً دوسری شئے میں استعمال کیا جانے لگا ہو تو عادت اور عرف کی وجہ سے معنی حقیقی متروک ہوگا اور مجازی معنی پر عمل ہوگا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے صلاۃ اور حج کی نذر مانی تو اس سے صلاۃ شرعی (نماز) اور حج شرعی کا ادا کرنا واجب ہوگا کیوں کہ صلاۃ کے لغوی معنی دعا اور حج کے لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں پھر لفظ صلاۃ بول کر عرفاً اور عادتاً ارکان معلومہ (نماز) مراد لیا جانے لگا اسی طرح حج بول کر مخصوص عبادت مراد لی جانے لگی تو اب یہی مجازی معنی مراد ہوں گے اور لغوی معنی متروک ہوں گے۔

(۳) تیسری جگہ جہاں حقیقی معنی متروک اور مجازی معنی مراد ہوتے ہیں وہ حالِ متکلم ہے اور اسکے قصد وارادہ کی دلالت ہے وضاحت اس کی یہ ہے کہ اگر متکلم کی حالت سے یہ محسوس ہوجائے اور اس کی حالت یہ بتائے کہ وہ حقیقی معنی مراد نہیں لے رہا ہے تو اس صورت میں بھی حقیقت کو ترک کر کے مجازی معنی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ یمین فور میں۔

یمین فور کی تعریف:۔۔۔ الفور فی الاصل مصدر ”فارت القدر“ اذا غلت واشتدّت۔ سمیت به الحالة التی لاریث فیها ولا لبث۔ والمراد بیمین الفور قول الرجل فی

حالۃالغضب لامرأۃتریدالخروج من الدار إن خرجت فأنتِ طالق۔

یمین فور کہتے ہیں کہ غصہ کی حالت میں شوہر اپنی بیوی کو جو گھر سے نکلنا چاہتی ہو یہ کہہ دے ان خرجت فانت طالق، جب یہ جملہ شوہر کی زبان سے سنا تو وہ گھر سے نہ نکلی بعد میں جب شوہر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا پھر وہ نکلی تو طلاق واقع نہیں ہوگی حالانکہ حقیقی معنی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر صورت میں طلاق پڑجائے خواہ وہ شوہر کے غصہ کی حالت میں نکلے یا غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد لیکن متکلم کی حالت یہ بتارہی ہے کہ وہ مطلقاً نکلنے سے منع نہیں کرنا چاہتا بلکہ ابھی نکلنے سے منع کررہا ہے لہٰذا اس حالتِ متکلم کی وجہ سے حقیقت کو ترک کردیا جائیگا اور مجازی معنی مراد ہوں گے۔

چوتھا موقع یہ ہے کہ سیاق کلام کی وجہ سے حقیقی معنی متروک اور مجازی معنی مراد ہوتے ہیں یعنی کلام کے ساتھ مقدم یا موخر کوئی ایسا لفظی قرینہ بھی ہو جو یہ بتائے کہ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ کے اس ارشاد میں: فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اس کے حقیقی معنی تو یہ ہیں کہ دو چیزوں میں اختیار دیا جارہا ہے کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے لیکن "إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا" کی وعید اس بات کا قرینہ ہے کہ حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مجازی معنی تہدید اور توبیخ مقصود ہے اور کفر کرنے سے منع کرتے پر محمول ہے کہ وعید کو دیکھ کر لوگ کفر سے اجتناب کریں۔

(۵) پانچواں اور آخری مقام یہ ہے کہ فی نفسہ لفظ کی دلالت کی وجہ حقیقی معنی متروک اور مجازی معنی مراد ہوتے ہیں فی نفسہ لفظ کے دلالت کا مطلب یہ ہے کہ لفظ اپنے ماخذ اشتقاق اور مادہ حروف کے اعتبار سے بغیر کسی سیاق وسباق کے اس معنی پر دلالت کرے اطلاق کے اعتبار سے اس معنی پر دلالت نہ کرے مثال اس کی یہ ہے اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ "واللہ لا آکل لحما" میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اور مچھلی کا گوشت کھالیا تو حانث نہیں ہوگا کیوں کہ لحم کا لفظ قوت پر دلالت کرتا ہے کہا جاتا ہے: التحم الحرب، اشتدت الحرب۔ جنگ شدید ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ یہ لفظ اپنے ماخذ اشتقاق اور مادہ حروف کے اعتبار سے قوت پر دلالت کرتا ہے اور قوت اس گوشت میں ہوتا ہے جو خون سے پیدا ہوا اور مچھلی کے اندر خون نہیں ہوتا ورنہ وہ پانی میں نہ رہ سکتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تو لحم کا لفظ اپنے ماخذ اشتقاق اور مادہ حروف سے اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ یہاں مچھلی کا گوشت مراد نہیں ہے بلکہ دوسرے جانوروں کا گوشت مراد ہے جنھیں ذبح کے ذریعہ حلال کیا جاتا ہے اگر چہ قرآن کریم نے مچھلی کے گوشت پر بھی لحما طریا کا اطلاق کیا ہے لیکن فی نفسہ لفظ کی دلالت سے یہ معنی متروک ہیں اور مجازی معنی (دوسرے جانوروں کا گوشت) مراد ہے لہٰذا مچھلی کا گوشت کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

حسامی ص (۲۱)

اَلْإِسْتِدْلَالُ بِعِبَارَةِ النَّصِّ فَمَاسِيقَ الْكَلَامُ لَهٗ وَأُرِيْدَ بِهٖ قَصْداً وَالْإِشَارَةُ مَاثَبَتَ بِالنَّظْمِ مِثْلَ الْأَوَّلِ إِلَّا أَنَّهٗ مَاسِيقَ الْكَلَامُ لَهٗ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ۔۔۔ الخ۔ سِيْقَ الْكَلَامُ لِبَيَانِ إِيْجَابِ سَهْمٍ مِنَ الْغَنِيْمَةِ لَهُمْ وَفِيْهِ إِشَارَةٌ إِلٰى زَوَالِ أَمْلَاكِهِمْ إِلَى الْكُفَّارِ وَهُمَا سَوَاءٌ فِيْ إِيْجَابِ الْحُكْمِ إِلَّا أَنَّ الْأَوَّلَ أَحَقُّ عِنْدَ التَّعَارُضِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کا مطلب اس طرح تحریر کریں کہ استدلال بعبارۃ النص اور اشارۃ النص میں فرق نمایاں ہوجائے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ استدلال بعبارۃ النص تو وہ حکم ہے جس کیلئے کلام لایا گیا ہو اور قصداً کلام سے اس کا ارادہ کیا گیا ہو اور اشارۃ النص وہ ہے جو اول کی طرح نظم سے ثابت ہو مگر کلام اس کیلئے لایا نہ گیا ہو جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول "للفقراء المهاجرين الخ" میں کلام اس بات کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے فقراء کیلئے حصہ واجب ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی ملک زائل ہو کر کفار کی طرف (منتقل ہوگئی) اور یہ دونوں حکم کو واجب کرنے میں برابر ہیں مگر یہ کہ تعارض کے وقت اول زیادہ حقدار ہے۔

تشریح:۔۔۔ الاول الاستدلال بعبارۃ النص:۔ اس جگہ اول کہہ کر وہ حکم مراد لیا گیا ہے جو عبارۃ النص سے ثابت ہو اور ماسیق الکلام له سے اس حکم کی تعریف مقصود ہے، عبارۃ النص یا استدلال بعبارۃ النص کی تعریف مقصود نہیں اب اصل تعریف اس طرح ہوگی۔ وہ حکم جو عبارۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

النص سے ثابت ہے وہ ہے جس کی وجہ سے کلام لایا گیا ہو اور کلام سے قصداً اس کا ارادہ بھی کیا گیا ہو۔ اسی کو ماتن نے عربی میں بیان کیا ہے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ نظم عبارت کا نام ہے اور حکم یہ عبارت کا نام نہیں بلکہ معنی کا نام ہے اور کلام کو معنی کیلئے نہیں لایا جاسکتا البتہ عبارت کیلئے لایا جاسکتا ہے پس یہاں پر عبارت میں معنی کیلئے کلام لانے کا مطلب یہ ہے کہ کلام اپنے معنی اور مفہوم پر مطلقاً دلالت کرے خواہ وہ معنی مقصود اصلی ہوں یا مقصود اصلی نہ ہوں جب کہ نص عبارت کیلئے کلام کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ کلام جس معنی پر دلالت کرے وہ اس کلام کا مقصود اصلی ہو۔

استدلال باشارۃ النص:۔۔۔سابق کی طرح یہاں بھی وہ حکم مراد ہوگا جو اشارۃ النص سے ثابت ہو اور اس طرح تعریف کریں گے۔ وہ حکم جو اشارۃ النص سے ثابت ہو وہ ہے جو اول کی طرح نظم سے ثابت ہو (عبارۃ النص کی طرح وہ حکم ثابت بالنظم ہو) البتہ کلام کو اس ثابت شدہ حکم کیلئے لایا نہ گیا ہو، خلاصہ یہ ہے کہ اشارۃ النص سے ثابت شدہ حکم اگرچہ نظم سے ثابت اور مفہوم ہوتا ہے لیکن وہ نہ تو کلام سے مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی کلام اس کیلئے لایا جاتا ہے۔

اشارۃ النص کی مثال:۔۔۔اس آیت میں باری تعالی نے مصارف خمس کو بیان فرمایا ہے کہ خمس کے من جملہ مصارف میں فقراء، مہاجرین بھی ہیں خاص طور پر وہ فقراء جنھوں نے اپنا گھر بار سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا مقصد فقراء مہاجرین کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ کو واجب کرنا ہے اور اسی کا نام عبارۃ النص ہے گویا یہ آیت مال غنیمت میں فقراء کے حق کو بیان کرنے میں عبارۃ النص ہے لیکن اس کلام میں ایک اور اشارہ ہے کہ اللہ تعالی نے مہاجرین کو فقراء کے لفظ سے بیان فرمایا ہے حالانکہ مکہ میں یہ لوگ فقراء نہیں تھے بلکہ ان میں بہت سے لوگ صاحب ثروت اور مال دار بھی تھے پھر بھی ان کو فقراء کہا گیا جبکہ فقر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی ملکیت اس کے مال سے زائل اور ختم ہو جائے اگر صرف قبضہ ختم ہو تو اس کو فقیر نہیں کہا جاتا جیسا کہ مسافر جو مالدار ہو حالانکہ کہ سفر میں اپنے مال پر اس کا قبضہ نہیں ہے پھر بھی وہ مالدار ہے معلوم ہوا جب کفار نے ان کے مالوں پر قبضہ کرلیا تو مسلمانوں کی ملکیت ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سے زائل ہوگئی اور کفار ان مالوں کے مالک ہوگئے لہٰذا یہ بات (مسلمانوں کی ملکیت سے ان مالوں کا نکلنا اور کفار کی ملکیت میں داخل ہونا یہ بات اشارۃ النص سے معلوم ہوئی، الغرض یہ آیت بیان مصارف میں تو عبارۃ النص ہے کیوں کہ آیت کو اسی مقصد کیلئے لایا گیا ہے اور زوال ملک کے سلسلہ میں یہ آیت اشارۃ النص ہے کہ کلام کو اس کیلئے لایا نہیں گیا ہے البتہ اشارہ سے یہ بات معلوم ہوئی۔ فوضح الفرق بینهما۔

قولہ وھما سواء۔۔۔ الخ۔۔۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حکم کے اثبات میں دونوں (عبارۃ النص اور اشارۃ النص برابر ہیں کیوں کہ ان دونوں کی ذریعہ جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ قطعی الدلالۃ علی المراد ہے لہٰذا دونوں سے ثابت ہونیوالے حکم پر عمل کرنا واجب ہوگا البتہ اگر کہیں دونوں میں تعارض ہوجائے تو عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح ہوگی کیوں کہ عبارۃ النص سے ثابت شدہ حکم مقصود بھی ہوتا ہے اور کلام کو اسی کیلئے لایا بھی جاتا ہے اور اشارۃ النص سے ثابت شدہ حکم نہ مقصود ہوتا ہے اور نہ کلام کو اس کیلئے لایا جاتا ہے پس عبارۃ النص، اشارۃ النص کے مقابلہ میں اقویٰ ہے لہٰذا اس کو ترجیح ہوگی۔

حسامی ص (۲۳)

مِنْهَا مَاقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ التَّنْصِيْصَ عَلَى الشَّيْئِ بِاسْمِهِ الْعَلَمِ يُوْجِبُ التَّخْصِيْصَ وَ نَفْيَ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ وَهٰذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ النَّصَّ لَمْ يَتَنَاوَلْهُ فَكَيْفَ يُوْجِبُ الْحُكْمَ فِيْهِ نَفْيًا أَوْ إِثْبَاتًا۔

عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔ مطلب لکھتے ہوئے بتلائیں کہ اسم علم سے کیا مراد ہے؟ لأن النص لم یتناوله کو مثال کے ذریعہ سمجھائیں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ ان وجوہ فاسدہ میں وہ ہے جو بعض حضرات نے کہا کہ کسی شئے کی اس کے علم کے ساتھ تصریح کردینا تخصیص کو واجب کرتا ہے اور اس کے ماعدا سے حکم کے نفی کو واجب کرتا ہے اور یہ وجہ فاسد ہے اس لئے کہ نص مسکوت عنہ کو شامل نہیں ہے لہٰذا اس میں حکم کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نفیاً یا اثباتاً کس طرح واجب کرے گا۔

تشریح:۔۔۔سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ یہاں علم سے مراد وہ اسم ہے جو صفت نہ ہو خواہ اسم جنس ہو جیسے کہ حدیث الماء من الماء میں الماء اسم جنس ہے خواہ علم ہو جیسے کہ خالد، راشد وغیرہ۔ یہ وجوہ فاسدہ میں سے ایک صورت ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر اسم علم پر منصوص طریقہ پر کوئی حکم لگا دیا گیا ہو تو یہ اس بات پر دلالت کرے گا کہ یہ حکم منصوص علیہ (اسم علم) کے ساتھ خاص ہے اور منصوص علیہ (علم) کے علاوہ سے منتفی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے: الماء من الماء پہلے الماء سے مراد غسل ہے اور دوسرے الماء سے مراد منی ہے اور مطلب یہ ہے کہ غسل صرف منی سے واجب ہوگا اس کے علاوہ مذی وغیرہ سے واجب نہیں ہوگا استدلال اس طرح ہے کہ حدیث پاک میں اسم جنس (الماء) ثانی پر غسل کا حکم دیا گیا ہے اور مدینہ والے (انصار مدینہ) جو اہل لسان ہیں انھوں نے مفہوم مخالف کے طور پر یہ سمجھا کہ غسل کا حکم صرف خروج منی کی صورت میں ہے لہٰذا اگر کوئی اکسال (جماع بغیر انزال) کرے تو غسل واجب نہیں ہوگا، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسم علم پر منصوص طریقہ سے حکم لگانا ماعدا سے نفی پر دلالت کرتا ہے ورنہ اہل مدینہ یہ مطلب ہرگز نہ سمجھتے۔

لیکن مصنف فرماتے ہیں: لأن النص لم يتناوله یہ قول فاسد ہے اور یہ وجوہ فاسدہ میں سے ہے وجہ یہ ہے کہ نص کا حکم (منصوص) کے علاوہ (مسکوت عنہ) کو شامل ہی نہیں ہے جب نص میں وہ شامل ہی نہیں ہے تو حکم کے ثبوت ونفی کا بھی کوئی مطلب نہیں ہوتا مثلاً کوئی شخص یہ کہے جاء راشد تو یہ کلام منصوص اپنے علاوہ خالد کو شامل نہیں ہوگا اس سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ راشد آ گیا لیکن خالد آیا یا نہیں آیا اس سے یہ کلام ساکت ہے، وہ اس کو شامل ہی نہیں ہے، لہٰذا اس سے یہ استدلال کرنا کہ اسم علم پر منصوص طریقہ پر حکم لگانا ماعدا سے حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے یہ درست نہیں حدیث میں صرف خروج منی کی صورت میں غسل کا حکم بیان کیا گیا ہے لیکن اکسال کی صورت میں غسل واجب ہے یا نہیں اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۲۴)

وَمِنْهَا مَا قَالَ الشَّافِعِيُّ أَنَّ الْحُكْمَ مَتىٰ عُلِّقَ بِشَرْطٍ أَوْ أُضِيفَ إِلَىٰ مُسَمًّى بِوَصْفٍ خَاصٍّ أَوْجَبَ نَفْيَ الْحُكْمِ عِنْدَ عَدَمِ الشَّرْطِ أَوِ الْوَصْفِ وَ لِهٰذَا لَمْ يَجُوْزُ نِكَاحَ الْأَمَةِ عِنْدَ فَوَاتِ الشَّرْطِ أَوِ الْوَصْفِ الْمَذْكُوْرَيْنِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالىٰ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ۔

عبارت با اعراب لکھئے۔ ترجمہ اور مطلب بیان کیجئے۔ مفہوم شرط اور مفہوم وصف کی تعریف کیجئے۔ عدم شرط عدم حکم پر دلالت کرتا ہے یا نہیں اسمیں شوافع اور احناف کا اختلاف کیا ہے۔ شوافع کے استدلال کا جواب بھی تحریر کیجئے۔ اور مندرجہ ذیل عبارت کی توضیح کیجئے ؟ هذا بخلاف خیار الشرط فی البیع لان الخیار داخل علی الحکم دون السبب۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور وجوہ فاسدہ میں سے ایک وجہ وہ ہے کہ جس کو امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی حکم کسی شرط کے ساتھ معلق ہو یا کسی ایسے مسمی (ذات) کی طرف مضاف ہو کہ جو کسی وصف خاص کے ساتھ متصف ہو تو عدم شرط اور عدم وصف کی صورت میں حکم کی نفی کو واجب کرتا ہے اور اسی وجہ سے امام شافعیؒ نے باندی سے نکاح کو اس شرط یا وصف کے فوت ہونے کی صورت میں ناجائز کہا ہے جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: اگر کوئی شخص تم میں سے آزاد مؤمنات سے نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو تو آپس میں دوسرے کی مؤمن باندی سے نکاح کر سکتا ہے۔

تشریح:۔۔۔دوسری وجہ فاسد جس کے قائل امام شافعیؒ ہیں یہ ہے کہ اگر حکم کسی شرط پر معلق کر دیا گیا یا اسے ذات کی طرف منسوب کر دیا گیا جو ذات کسی وصف خاص کے ساتھ موصوف ہو تو یہ شرط پر معلق کرنا اس بات پر دلالت کرے گا کہ شرط کے منتفی ہونے (موجود نہ ہونے) کی صورت میں حکم منتفی ہو جائے گا اسی طرح ذات بوصف خاص کی طرف منسوب کرنا اس بات پر دلالت کرے گا کہ وصف کے معدوم ہونے سے حکم معدوم ہو جائے گا اول کو مفہوم شرط اور ثانی کو مفہوم وصف کہیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حاصل یہ ہے کہ حضرت امام شافعیؒ مفہوم شرط کے بھی قائل ہیں اور مفہوم وصف کے بھی (اگر شرط موجود ہوگی تو حکم موجود ہوگا اور اگر شرط معدوم ہوگی تو حکم معدوم ہوگا، اسی طرح اگر وصف موجود ہوگا تو حکم بھی موجود ہوگا اور اگر وصف معدوم ہوگا تو حکم بھی معدوم ہوگا۔ اسی مفہوم شرط اور وصف کا اعتبار کرتے ہوئے امام شافعی نے فرمایا اگر کوئی شخص آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت رکھتا ہو تو اس کیلئے باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو لیکن باندی مومنہ نہیں ہے تو بھی اس شخص کا اس غیر مومنہ باندی سے نکاح کرنا درست نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **ومن لم یستطع منکم طولا الخ**۔ تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی قدرت نہ رکھے تو وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی باندیوں سے نکاح کرے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں مفہوم شرط ہے کہ باندی کے ساتھ نکاح کے جواز کو عدم طول حرہ پر معلق کیا ہے لہٰذا اگر عدم طول حرہ پایا گیا تو باندی سے نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ اور آیت میں مفہوم وصف بھی ہے کہ باندیوں کو مومنات کی صفت کے ساتھ متصف کیا ہے لہٰذا اگر باندی صفت ایمان کے ساتھ متصف ہوئی تو اس باندی سے نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ احناف کے نزدیک نہ مفہوم شرط حجت ہے اور نہ مفہوم وصف یہی وجہ ہے کہ احناف کے یہاں یہ وجوہ فاسدہ میں سے ہیں۔

احناف کی طرف سے اس کا جواب:۔۔۔ امام شافعیؒ مفہوم شرط کے بھی قائل ہیں اور مفہوم وصف کے بھی قائل ہیں امام شافعی کے اس قول کی بنیاد دو باتوں پر ہے ایک یہ کہ وصف کو علی الاطلاق شرط کے ساتھ ملحق قرار دینا درست نہیں ہے اس لئے کہ وصف کے تین درجہ ہیں: پہلا اور ادنی درجہ یہ ہے کہ وصف اتفاقی ہو احترازی نہ ہو۔ اور وصف کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ وصف شرط کے معنی میں ہو۔ اور وصف کا اعلیٰ درجہ یہ ہے وصف علت کے معنی میں ہو (علت کی طرح وصف حکم میں مؤثر ہو) یہ وصف کے تین درجے ہوئے اور دو درجوں میں وصف شرط کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی جب دو درجوں میں وصف شرط کے ساتھ ملحق نہیں ہے تو وصف علی الاطلاق شرط کے ساتھ ملحق نہ ہوگا اور جب وصف علی الاطلاق شرط کے ساتھ ملحق نہیں ہے تو امام شافعیؒ کا علی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الاطلاق وصف کو شرط کے ساتھ ملحق کرنا کیسے درست ہوگا؟

دوسری بات کا جواب:۔۔۔ یہ ہے کہ اگر وصف دوسرے درجہ میں ہو (شرط کے معنی میں ہو) تو بھی عدم وصف عدم حکم پر دلالت نہیں کریگا اس لئے کہ ہمارے نزدیک عدم شرط عدم حکم پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا وہ وصف جو شرط کے معنی میں ہے اس وصف کا عدم بھی عدم حکم پر دلالت نہیں کرے گا اور رہی یہ بات کہ عدم شرط، عدم حکم پر کیوں دلالت نہیں کرتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرط سبب پر داخل ہوتی ہے نہ کہ حکم پر مثلاً انت طالق ان دخلت الدار، میں شرط (ان دخلت الدار) سبب (انت طالق) پر داخل ہے اور حکم (وقوع طلاق) پر داخل نہیں ہے اور وجہ یہ ہے کہ شرط شئی مذکور پر داخل ہوتی ہے نہ کہ غیر مذکور پر، خلاصہ یہ ہے کہ تعلیق بالشرط مانع سبب ہوگی جیسا کہ احناف کا مذہب ہے، اور تعلیق بالشرط کی صورت میں عدم شرط، عدم سبب پر دال ہوگا اور عدم سبب، عدم حکم پر دال ہوگا ایسا نہیں جیسا کہ شوافع کہتے ہیں کہ عدم شرط، عدم حکم پر دال ہے۔ الحاصل امام شافعی کے اس قول کی بنیاد دو باتوں پر تھی جب دونوں باتیں لغو ہوگئیں تو امام شافعیؒ کا یہ قول اور یہ استدلال بھی لغو ہوگا۔

وھذا بخلاف الخ:۔۔۔ اس عبارت کے ذریعہ امام شافعیؒ کے ایک استدلال کا جواب دیا گیا ہے۔ استدلال یہ ہے شرط حکم پر داخل ہوتی ہے اور ثبوت حکم کے لئے مانع ہوتی ہے سبب پر داخل نہیں ہوتی (مانع سبب نہیں ہوتی) اس لئے کہ انت طالق (سبب) کو تعلیق (ان دخلت الدار) کیوجہ سے معدوم اور غیر موجود قرار دینا (جیسا کہ احناف کا مذہب ہے) حالاں کہ انت طالق حساً موجود ہے یہ بے کار بات ہے پس جب سبب (انت طالق) کو حساً موجود ہونے کیوجہ سے دخول شرط کی بنا پر معدوم اور غیر موجود قرار نہیں دیا جا سکتا تو شرط کا دخول لامحالہ حکم پر ہوگا اور سبب پر نہ ہوگا (تعلیق بالشرط مانع حکم ہوگی نہ کہ مانع سبب جیسا کہ عقدِ بیع میں شرط خیارِ بیع کے حکم (ملک) پر داخل ہوتی ہے اور سبب (بیع) پر داخل نہیں ہوتی (شرط خیار کے ساتھ سبب) (بیع) تو منعقد ہو جاتا ہے لیکن اس کا حکم (ملک) ثابت نہیں ہوتا پس اسی پر قیاس کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے کہا کہ طلاق و عتاق کے مسئلہ میں بھی شرط کا دخول حکم پر ہوگا اور سبب پر نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

احناف کی طرف سے اس استدلال کا جواب:۔۔۔ یہ ہے کہ یہ قیاس: قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ بیع اثبات کے قبیل سے ہے اس طور پر کہ بیع کے ذریعہ مشتری کیلئے ملک مبیع ثابت کی جاتی ہے اور بائع کیلئے ملک ثمن اور جو چیز اثبات کے قبیل سے ہو اس کو کسی امر متردد (جس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہو) پر معلق کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ امر متردد پر معلق کرنے کی صورت میں قمار (جوا) کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اور قمار حرام ہے لہٰذا وہ چیز جس میں قمار کے معنی موجود ہوں وہ بھی حرام ہے پس بیع کو خیار شرط کے ساتھ معلق کرنے کی وجہ سے چوں کہ قمار کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اسلئے قیاس کا تقاضا تو یہی تھا کہ بیع خیار شرط کے ساتھ اسی طرح حرام اور ناجائز ہو جس طرح دوسری شرطوں کے ساتھ ناجائز ہوتی ہے لیکن اسلام نے ان لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے جنہیں معاملات میں تجربہ نہیں ہوتا اور وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں دھوکہ کو دور کرنے کی ضرورت کے پیش نظر خیار شرط کو خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو چیز ضرورتاً ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے اور ضرورت اس سے پوری ہو جاتی ہے کہ خیار شرط صرف حکم (ملک) پر داخل ہو اور سبب پر داخل نہ ہو (خیار شرط مانع حکم ہو مانع سبب نہیں) اور رہا طلاق اور عتاق کا مسئلہ تو یہ اسقاطات کے قبیل سے ہیں کہ نکاح کے ذریعہ جو ملک حاصل ہوئی تھی طلاق کے ذریعہ اس کو زائل کر دیا جاتا ہے اسی طرح عتاق کے ذریعہ ملک رقبہ کو زائل کیا جاتا ہے اور جو چیز اسقاط میں سے ہے اس کو شرط پر معلق کرنے سے چوں کہ قمار کے معنی پیدا نہیں ہوتے اسلئے ان اسباب کو شرط پر معلق کرنے میں کوئی حرج نہیں پس طلاق اور عتاق میں شرط سبب پر داخل ہوگی (سبب ہوگی) اور صرف حکم پر داخل ہو کر مانع حکم نہ ہوگی۔

الحاصل طلاق اور عتاق کی شرطوں کو بیع کی شرط خیار پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے اسلئے حضرت امام شافعی کا بیع کی شرطِ خیار پر قیاس کر درست نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۳۲)

وَالْمُقَيَّدُ بِالْوَقْتِ أَنْوَاعٌ نَوْعٌ جُعِلَ الْوَقْتُ ظَرْفاً لِلْمُؤَدّٰى وَ شَرْطاً لِلْأَدَاءِ وَسَبَباً لِلْوُجُوْبِ وَهُوَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ أَلَا تَرىٰ أَنَّهُ يَفْضُلُ عَنِ الْأَدَاءِ فَكَانَ ظَرْفاً لَا مِعْيَاراً وَ الْأَدَاءُ يَفُوْتُ بِفَوَاتِهِ فَكَانَ شَرْطاً وَ الْأَدَاءُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ صِفَةِ الْوَقْتِ وَيَفْسُدُ التَّعْجِيْلُ قَبْلَهُ فَكَانَ سَبَباً۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، ظرف' شرط' سبب اور معیار کی اصطلاحی تعریف کرنے کے بعد عبارت کی تشریح کریں اور بتائیں کہ کیا پورا وقت نماز کا سبب ہے؟ اس بارے میں کیا ضابطہ ہے؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور مقید بالوقت کی چند قسمیں ہیں ایک نوع تو یہ ہے کہ وقت کو فعل مؤدّیٰ کیلئے ظرف ادا کیلئے شرط اور وجوب کیلئے سبب بنا دیا گیا اور وہ نماز کا وقت ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ وقت ادا سے فاضل ہو جاتا ہے لہٰذا ظرف ہوگا نہ کہ معیار اور ادا وقت کے فوت ہونے سے فوت ہو جاتی ہے لہٰذا شرط ہوگا اور ادا صفت وقت کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے اور تعجیل اداء وقت سے پہلے فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا وقت سبب ہوگا۔

ظرف کی تعریف:۔۔۔إن کان الوقت یسع المؤدی وغیرہ فھو ظرف۔ (ظرف کہتے ہیں جو فعل مؤدّیٰ کا احاطہ کرلے اور فعل مؤدّیٰ کو ادا کرنے کے بعد بھی وقت بچا رہے۔

معیار کی تعریف:۔۔۔وان کان الوقت لا یسع غیر المؤدیٰ فھو معیار له۔ (معیار کہتے ہیں جو فعل مؤدّیٰ کا احاطہ کرلے اور فعل مؤدّیٰ کو ادا کرنے کے بعد اس کا کوئی حصہ فاضل نہ بچے۔

شرط کی تعریف:۔۔۔وأما الشرط فھو فی اللغة العلامة وفی الشریعة عبارة عن مایضاف الیه الحکم وجوداً عنده لا وجوبا۔ (وقت کے فوت ہونے سے فعل مامور بہ کی ادائیگی فوت ہو جائے اور وقت سے پہلے فعل مامور بہ کی ادائیگی درست نہ ہو۔

سبب کی تعریف:۔۔۔السبب فی اللغة اسم لما یتوصل به الی المقصود ولذا سمی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الطريق سببا لانه يتوصل به الى المقصود وفى اصطلاح الاصوليين السبب مايكون طريقا للوصول الى الحكم من غير ان يضاف اليه وجوب (الحكم) ولا وجوذ ولا يُعقل فيه معانى العلل بوجه من الوجوه۔

تشریح:۔۔۔مامور بہ کی دو قسمیں ہیں: مطلق عن الوقت اور مقید بالوقت اس عبارت میں دوسری قسم مقید بالوقت کا بیان ہے اور مقید بالوقت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مامور بہ ایسے معین اور محدود وقت کے ساتھ مقید ہو جس کے فوت ہونے سے مامور بہ کا ادا کرنا فوت ہو جاتا ہو مصنفؒ نے مامور بہ مقید بالوقت کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) وقت فعل مؤدّیٰ کیلئے ظرف ادا کیلئے شرط اور وجوب کیلئے سبب ہو۔

(۲) وقت فعل مؤدّیٰ کیلئے معیار اور وجوب کیلئے سبب ہو۔

(۳) وقت مشتبہ الحال ہو (من وجہ ظرف اور من وجہ معیار ہو)۔

اب عبارت کی شرح اس طرح ہے کہ قسم اول (وقت مؤدّیٰ کیلئے ظرف اداء فعل کیلئے شرط اور نفس وجوب فعل کیلئے سبب ہو) اس کی مثال نماز کا وقت ہے جو نماز کیلئے ظرف اور اداء نماز کیلئے شرط اور نفس وجوب نماز کیلئے سبب ہے "الاتری" مصنف تاکید اور توضیح کیلئے فرماتے ہیں کہ وقتِ نماز؛ نماز کیلئے ظرف ہے معیار نہیں کیونکہ مؤدّیٰ یعنی نماز کی ادائیگی کے بعد بہت وقت بچا رہتا ہے اور وقت نماز کی ادئیگی کیلئے شرط بھی ہے کہ وقت کے نکل جانے سے نماز کی ادائیگی فوت ہو جاتی ہو اور وقت سے قبل نماز کی ادائیگی درست نہیں ہوتی اس سے معلوم ہو گیا کہ وقتِ نماز؛ نماز کیلئے شرط ہے "الأداء" تیسری بات کا اثبات کر رہے ہیں کہ وقت نماز کے وجوب کا سبب بھی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں وقت کی تبدیلی اور اختلاف کا اثر نماز میں ظاہر ہوتا ہے لہٰذا اگر وقت کامل ہو تو مامور بہ (نماز) کامل واجب ہوگی اور اگر وقت ناقص ہو تو مامور بہ کا وجوب بھی ناقص ہوگا اور نماز کی تقدیم بھی وقت پر جائز نہیں ہے کیونکہ مسبب کی تقدیم سبب پر جائز نہیں اور یہ ساری علامتیں سبب کی ہیں تو معلوم ہوا کہ وقت نماز (نفس وجوب) کیلئے سبب بھی ہے اس پر ایک مزید بحث ہے وہ یہ ہے کہ وقت وجوبِ نماز کا سبب ہے لیکن آیا پورا وقت سبب ہے یا بعض تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس کی وضاحت یہ ہے کہ نماز کیلئے پورا وقت سبب نہیں ہے بلکہ جو جزء ادا سے متصل ہے وہی وجوب صلوۃ کا سبب ہے۔

مصنفؒ کے بیان کردہ قاعدے کی وضاحت:۔۔۔قاعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب وقت کو مؤدّیٰ کیلئے ظرف اور وجوب کا سبب مان لیا گیا تو اب یہ ممکن نہیں کہ پورا وقت نماز کے وجوب کا سبب ہو کیونکہ ظرف کے معنی کی رعایت اسی وقت ہو سکتی ہے جب پورے وقت کو مؤدّیٰ کا سبب قرار نہ دیا جائے بلکہ اس جزء کو سبب قرار دیا جائے جو ادا سے متصل ہے اسی طرح اگر پورے وقت کو وجوب صلوۃ کا سبب مان لیا جائے تو ظرفیت کے معنی ممکن نہ ہو سکیں گے اگر ظرف قرار دو تو سبب نہیں بن سکتا اور اگر سبب قرار دو تو ظرف نہیں بن سکتا لہٰذا دونوں معنوں کی رعایت کرتے ہوئے ادائیگی کے جز متصل کو سبب قرار دیا گیا ہے۔

حسامی ص (۳۵)

وَمِنْ حُكْمِهِ أَنْ لَايَبْقَىٰ غَيْرُهُ مَشْرُوعاً فِيهِ فَيُصَابُ بِمُطْلَقِ الْإِسْمِ وَمَعَ الْخَطَاءِ فِي الْوَصْفِ إِلَّا فِي الْمُسَافِرِ يَنْوِيْ وَاجِباً آخَرَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيفَةَ وَلَوْ نَوَى النَّفْلَ فِيهِ رِوَايَتَانِ وَأَمَّا الْمَرِيضُ فَالصَّحِيحُ عِنْدَنَا أَنَّهُ يَقَعُ صَوْمُهُ عَنِ الْفَرْضِ بِكُلِّ حَالٍ لِأَنَّ الرُّخْصَةَ مُتَعَلِّقَةٌ بِحَقِيقَةِ الْعَجْزِ فَيَظْهَرُ بِنَفْسِ الصَّوْمِ فَوَاتُ شَرْطِ الرُّخْصَةِ فَيَلْحَقُ بِالصَّحِيحِ وَأَمَّا الْمُسَافِرُ فَيَسْتَوْجِبُ الرُّخْصَةَ بِعَجْزٍ مُقَدَّرٍ لِقِيَامِ سَبَبِهِ وَهُوَ السَّفَرُ فَلَايَظْهَرُ بِنَفْسِ الصَّوْمِ فَوَاتُ شَرْطِ الرُّخْصَةِ فَيَتَعَدَّىٰ حِينَئِذٍ بِطَرِيقِ التَّنْبِيهِ إِلَىٰ حَاجَتِهِ الدِّينِيَّةِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے مصنفؒ ومن حکمہ سے کس کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔ مسافر اور مریض کے حکم میں کیا فرق ہے؟ فرق کو مدلل واضح کیجئے:۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اس وقت میں اس کے علاوہ مشروع باقی نہ رہے پس واجب کو مطلق صوم کی (نیت) کے ساتھ اور وصف میں خطا کے ساتھ درست قرار دیا جائیگا مگر مسافر کے حق میں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب آخر کر سکتا ہے اور اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مسافر نے نفل کی نیت کرلی تو اس میں دو روایتیں ہیں۔اور بہر حال مریض تو ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ مریض کا روزہ ہر حال میں فرض وقت سے واقع ہوگا کیوں کہ اس کی رخصت حقیقت عجز کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا محض روزہ رکھنے سے رخصت کی شرط کا فوت ہونا ظاہر ہوگا اور مریض تندرستی کے ساتھ لاحق ہوجائے گا اور رہا مسافر تو وہ عجز تقدیری کی وجہ سے رخصت کا مستحق ہوتا ہے کیوں کہ عجز کا سبب (سفر) موجود ہے لہٰذا محض روزہ رکھنے سے رخصت کی شرط کا فوت ہونا ظاہر نہ ہوگا پس یہ رخصت اس وقت بطریق دلالت اس کی حاجت دینیہ کی طرف متعدی ہوجائے گی۔

تشریح:۔۔۔یہاں سے مصنفؒ نے مامور بہ مقید بالوقت کی دوسری قسم معیار (وقت فعل مامور بہ کیلئے معیار اور اس کے وجوب کا سبب ہو) کا حکم بیان فرمایا ہے حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ وقت شہر رمضان کے روزہ کیلئے معیار ہے جب وقت ماہ رمضان کے روزہ کیلئے معیار ہے تو رمضان میں غیر رمضان کا روزہ مشروع نہیں ہوگا کیوں کہ معیار میں وہی چیز ادا ہوسکتی ہے جس کیلئے وہ معیار ہے دوسری چیز اس میں سما ہی نہیں سکتی،اور جب رمضان کا مہینہ غیر رمضان کے روزہ کی صلاحیت نہیں رکھتا تو رمضان کا روزہ متعین ہونے کی وجہ سے مطلق نیت سے ادا ہوجائے گا اسی طرح خطاء فی الوصف کے ساتھ بھی روزہ ادا ہوجائے گا مثلا رمضان میں نفل روزے کی نیت کرے یا واجب آخر کی نیت کرے تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا۔

قولہ:الا فی المسافر:۔۔۔یہ عبارت یصاب مع الخطاء فی الوصف سے استثناء ہے اور مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی رمضان میں نفل یا واجب آخر کی نیت کرے یعنی خطا فی الوصف پایا جائے تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا علاوہ مسافر کے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (مسافر فی الوصف کی قید سے مستثنیٰ ہے لہٰذا اگر مسافر رمضان میں واجب آخر کی نیت کرے گا تو وہی روزہ ادا ہوگا جس کی وہ نیت کرے گا رمضان کا روزہ ادا نہ ہوگا۔البتہ صاحبین یہاں بھی کہتے ہیں کہ واجب آخر کی صورت میں بھی رمضان کا ہی روزہ ادا ہوگا واجب آخر ادا نہ ہوگا تو صاحبین کے مسلک کے مطابق کوئی استثناء نہیں ہے۔یہ تفصیل اس وقت ہے جب مسافر واجب آخر مثلا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قضاء نذر وغیرہ کی نیت کرے لیکن نفل کی نیت کرے تو کیا حکم ہے؟ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں امام صاحب کی دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ نفل ادا نہ ہوگا بلکہ رمضان کا روزہ ادا ہوگا اور دوسری روایت یہ ہے کہ واجب آخر کی طرح نفل روزہ ہی ادا ہوگا رمضان کا روزہ نہ ہوگا۔

اس مسئلہ کی دلیل:۔۔۔دلیل کا حاصل یہ ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسافر کو یہ رخصت دی ہے کہ وہ رمضان کے دن روزہ نہ رکھے بلکہ بعد میں قضاء کرے جب روزہ نہ رکھنے کی اجازت مسافر کو مل گئی تو اس کے حق میں رمضان اور شعبان دونوں مہینے برابر ہو گئے لہٰذا جس طرح شعبان میں اگر وہ واجب آخر کی نیت سے روزہ رکھے تو واجب آخر ادا ہوجاتا ہے اسی طرح رمضان میں بھی جب وہ واجب آخر کی نیت سے روزہ رکھے گا تو واجب آخر ادا ہوجائے گا کیوں کہ دونوں مہینے روزہ کے عدم وجوب میں مسافر کے حق میں ایک جیسے ہو گئے۔

نفل کے مسئلہ کی دلیل:۔۔۔پہلی روایت کی دلیل کا حاصل یہ ہے رمضان میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت اس لئے ہے تاکہ وہ بدنی منافع حاصل کر سکے لیکن جب اس نے بدنی منافع حاصل کرنے کے بجائے روزہ رکھ ہی لیا تو جو اہم ہوگا وہ ادا ہوجائے گا (رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا مواخذہ نہ ہوگا) اور واجب آخر کی صورت میں واجب آخر ادا ہوجاتا ہے کیوں کہ اس سے مسافر کی مصالح دینی متعلق ہے۔

دوسری روایت کی دلیل کا حاصل یہ ہے:۔۔۔کہ مسافر کو جب روزہ نہ رکھنے کی رخصت مل گئی تو رمضان اور شعبان اس کے حق میں برابر ہے جیسے شعبان میں اس کا نفل روزہ درست ہے اسی طرح رمضان میں بھی درست ہوگا۔

واما المریض۔۔۔ الخ:۔۔۔اب تک تو مسافر کا حکم بیان فرمایا تھا اب مریض کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ مریض رمضان میں خواہ کوئی بھی نیت کرے (نفل کی یا واجب آخر کی بہر صورت رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا نفل یا واجب آخر ادا نہ ہوگا۔ والصحیح کہہ کر امام سرخسیؒ کے قول کی تردید مقصود ہے جن کا کہنا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مریض اور مسافر دونوں کا حکم یکساں ہے۔

دلیل کا خلاصہ:۔۔۔یہ ہے کہ مریض کو شریعت نے جو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حقیقت عجز کے ساتھ متعلق ہے نہ کہ مرض کے ساتھ (مریض کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس وقت ہوگی جب وہ حقیقتاً روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کے بغیر رخصت نہ ہوگی لیکن جب مریض نے روزہ رکھ لیا تو یہ بات واضح ہوگی کہ حقیقت عجز موجود نہیں ہے لہٰذا رخصت ختم ہو جائے گی اور وہ روزہ رمضان کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

جہاں تک مسافر کے رخصت کی بات ہے تو مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت عجز حکمی کی وجہ سے حاصل ہے کیوں کہ سفر بالعموم مشقت سے خالی نہیں ہوتا اور مسافر کے عجز کا سبب سفر ہے لہٰذا جب سفر پایا گیا تو رخصت حاصل ہوگی لیکن یہاں چوں کہ رخصت عجز حکمی کے ساتھ متعلق ہے لہٰذا جب مسافر نے روزہ رکھ لیا تو اس بات کی علامت نہیں ہوگی کہ عجز حکمی فوت ہو گیا کیونکہ عجز کا سبب سفر ہے جب عجز کا سبب سفر موجود ہے اور عجز بھی تقدیری ہے تو مسافر کا واجب آخر یا نفل کی نیت سے روزہ رکھنا اس بات کی علامت نہیں ہوگا کہ عجز موجود نہیں ہے اور رمضان ہی کی طرف سے روزہ ادا ہوگا بلکہ جب مسافر کیلئے عجز ثابت ہے تو روزہ رکھنے سے اس کے حق میں رخصت افطار باطل نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کیلئے حاجت بدنیہ (آرام وراحت) کی خاطر رخصت افطار ثابت ہوگی اور جب مسافر کیلئے حاجت بدنیہ اور حاجت دنیویہ کی خاطر رخصت افطار ثابت ہے تو یہ رخصت حاجت دینیہ کی طرف بطریق دلالت متعدی ہو جائے گی یعنی اگر مسافر کسی واجب آخر کی نیت سے روزہ رکھ کر اپنے آپ کو عذاب اخروی سے بچا لے تو یہ بدرجہ اولیٰ اس کیلئے جائز ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ مریض اور مسافر کے درمیان دو طرح سے فرق ہے۔(۱) مریض کیلئے رخصت (روزہ نہ رکھنے کا حکم) عجز حقیقی کی وجہ سے ہے جبکہ مسافر کیلئے یہ رخصت عجز حکمی کی وجہ سے ہے (رخصت کی علت کے اعتبار سے یہ فرق ہے)۔(۲) مریض کا حکم یہ ہے کہ اس کا رمضان میں رکھا جانیوالا روزہ بہر صورت رمضان ہی کا روزہ ہوگا جبکہ مسافر میں تفصیل ہے کہ اگر واجب آخر کی نیت سے رمضان میں روزہ رکھے تو واجب آخر ہی ادا ہوگا اور اگر نفل کی نیت سے رکھے تو اس میں دو روایتیں ہیں۔ یہ حکم کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۳۷)

وَأَمَّا فِعْلُ الْفَرْدِ فَأَدَاءٌ فِيهِ قُصُوْرٌ أَلَا تَرىٰ أَنَّ الْجَهْرَ سَاقِطٌ عَنِ الْمُتَفَرِّدِ وَفِعْلُ اللَّاحِقِ بَعْدَ فَرَاغِ الْإِمَامِ أَدَاءٌ يُشْبِهُ الْقَضَاءَ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ الْتَزَمَ الْأَدَاءَ مَعَ الْإِمَامِ حِيْنَ تَحَرَّمَ مَعَهُ وَقَدْ فَاتَهُ ذٰلِكَ وَلِهٰذَا لَا يَتَغَيَّرُ فَرْضُهُ بِنِيَّةِ الْإِقَامَةِ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ كَمَا لَوْ صَارَ قَضَاءً مَحْضاً بِالْفَوَاتِ ثُمَّ وُجِدَ الْمُغَيِّرُ۔

ادا اور قضاء کی تعریف اور ان کے اقسام تحریر کیجئے (۵) ساتھ ساتھ درج ذیل عبارت پر اعراب لگا کر حل کریں۔

الجواب:۔ ادا کی تعریف:۔۔۔ھو تسلیم عین الواجب بسببه الی مستحقه۔(ادا وہ نفس واجب کو جو اسکے سبب کی وجہ سے ذمہ میں ثابت ہے اسکے مستحق کی طرف سپرد کرنا ہے)۔

قضا کی تعریف:۔۔۔ھو إسقاط الواجب بمثل من عنده وھو حقه (قضا وہ واجب کو ساقط کرنا ہے ایسے مثل کے ذریعہ جو اس کے پاس ہو اور اس کا حق ہو)

ادا کے اقسام:۔۔۔ادا کی دو قسمیں ہیں:۔۔۔(۱) ادائے محض (۲) ادا مشابہ بالقضا۔ پھر ادائے محض کی دو قسمیں ہیں (۱) ادائے کامل (۲) ادائے قاصر: گویا کہ ادا کی تین قسمیں ہو گئیں (۱) ادائے کامل (۲) ادائے قاصر (۳) ادائے مشابہ بالقضا۔

ادائے محض (ادائے کامل):۔۔۔وہ ہے جس کو انسان اسکے وصف کامل کے ساتھ اس طریقہ پر ادا کرے جس طریقہ پر اس کو مشروع کیا ہے جیسے پانچوں فرض نمازیں با جماعت ادا کرنا۔

ادا قاصر:۔۔۔وہ اداء ہے جس کو ما شرع کے خلاف ادا کیا جائے جیسے بغیر جماعت کے تنہا نماز ادا کرنا۔ ادا مشابہ بالقضا سے مراد یہ ہے کہ اداء میں التزام کے اعتبار سے قضا کے ساتھ مشابہت موجود ہو یعنی ادا کا التزام ایک جہت پر کیا اور تکمیل دوسرے جہت پر کی ہو جیسے لاحق کی نماز امام کے نماز سے فراغت کے بعد۔ یہ اس کی مثال ہے۔

قضاء کے اقسام:۔۔۔قضا کی دو قسمیں ہیں:۔۔۔قضا بمثل معقول۔ قضا بمثل غیر معقول۔ لیکن صا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جب حسامی نے قضا کی جو دو قسمیں بیان کی ہیں یہ قضائے محض کی ہیں نہ کہ مطلقاً قضا کی، مطلقاً قضا کی دو قسمیں ہیں قضائے محض قضا مشابہ بالاداء۔ پھر قضائے محض کی دو قسمیں ہیں: قضا بمثل معقول ۔قضا بمثل غیر معقول ۔بعض لوگوں نے قضا کی تین قسمیں اس طرح کی ہیں: قضا بمثل معقول ۔قضا بمثل غیر معقول ۔قضا مشابہ بالاداء۔صاحب حسامی نے اس تیسری قسم کو بیان نہیں فرمایا۔

توضیح عبارت:۔۔۔مصنفؒ فرماتے ہیں کہ منفرد تنہا جو نماز ادا کرتا ہے یہ ادائے قاصر ہے کیونکہ اس میں ایک گونہ قصور ہے۔ اور اس میں قصور اس طرح ہے کہ یہ نماز خلاف ماشرع ہے اور خلاف ماشرع ادا کی گئی نماز ادائے قاصر ہوتی ہے نہ کہ ادائے کامل، اور اس کی دلیل یہ ہے منفرد سے جہر کا وجوب جہری نمازوں میں ساقط ہو جاتا ہے کیوں کہ جہری نمازوں میں جہر کا منفرد کی نماز سے ساقط ہونا یہ اس کے ادائے قاصر ہونے کی دلیل ہے ورنہ تو صفت کمال (جہر) کا وجوب ساقط نہ ہوتا۔

وفعل اللاحق۔۔۔اس عبارت میں مصنفؒ نے ادا مشابہ بالقضا کی مثال بیان فرمائی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد لاحق کا فعل صلاۃ ادا مشابہ بالقضا ہے لاحق (وہ شخص جو امام کے ساتھ شروع نماز ہی میں شریک ہوا لیکن کسی عذر کی وجہ سے امام کے ساتھ اپنی نماز پوری نہ کر سکا) لہٰذا اگر کوئی شخص اول صلاۃ میں امام کے ساتھ شریک ہوا پھر نماز کے درمیان اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے باقی نماز وضو کر کے امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد پوری کی تو یہ باقی نماز ادا مشابہ بالقضا ہے ادا اس وجہ سے کہ نماز کا وقت باقی ہے اور وقت کے اندر پڑھی جانے والی نماز ادا ہوتی ہے اور مشابہ بالقضا اس لئے کہ جس طرح امام کے ساتھ اس نے نماز پڑھنے کا التزام کیا تھا اس طرح پوری نہ کر سکا یعنی نماز کے اس حصہ میں جس میں وہ امام کے ساتھ شریک نہ رہ سکا اور امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ادا کیا حقیقتاً امام کے پیچھے اور اس کی اقتداء میں نہ رہ سکا اگر چہ حکماً لاحق کی یہ نماز امام کی اقتداء میں شمار ہوگی یہی وجہ ہے کہ لاحق پر قرأت واجب نہیں ہے جس طرح مقتدی پر واجب نہیں ہے اور جس طرح مدرک (پوری نماز شروع سے لیکر اخیر تک امام کے ساتھ ادا کرنے والا) کے سہو کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طرح لاحق کے سہو سے بھی اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے۔

امام کی فراغت کے بعد لاحق کی نماز مشابہ بالقضا ہے اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ امام کی فراغت کے بعد لاحق کا فعل چونکہ مشابہ بالقضا ہے اس لئے اگر کسی مسافر نے رباعی نماز میں دوسرے مسافر کی اقتداء کی اور اس مقتدی مسافر کو حدث لاحق ہو گیا اور وضو کرنے کی غرض سے وہ اپنے وطن میں داخل ہوا اور اس نے اقامت کی نیت کر لی جب وہ وضو کر کے آیا تو مسافر امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو اقامت کی نیت کرنے کے باوجود اس مسافر مقتدی کا فرض چار رکعت کی طرف متغیر نہیں ہوگا بلکہ وہ دو ہی رکعت پوری کرے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی مسافر کی چار رکعت والی نماز قضا ہو گئی پھر وہ مسافر اپنے وطن میں داخل ہو گیا اور اس نے اقامت کی نیت کر لی تو بھی سفر میں قضا ہونے والی نماز چار رکعت کی طرف متغیر نہیں ہوگی بلکہ سفر میں قضا ہونے والی نماز کی قضا وہ دو ہی رکعت کرے گا اگر چہ وہ اسے حضر میں قضا کر رہا ہو پس جس طرح قضا محض کی صورت میں مسافر کی نیت اقامت مؤثر نہیں ہوتی اور اس کا فرض چار رکعت کی طرف متغیر نہیں ہوتا اسی طرح مشابہ بالقضا میں بھی اس کی نیت اقامت مؤثر نہ ہوگی اور امام کی فراغت کے بعد اقامت کی نیت کے باوجود وہ دو ہی رکعت پوری کرے گا یہ مشابہ بالقضا ہونے کی وضاحت اور اس ثمرہ ہے۔

حسامی ص (۴۲)

ثُمَّ الشَّرْعُ فَرَّقَ بَيْنَ وُجُوْبِ الْأَدَاءِ وَوُجُوْبِ الْقَضَاءِ فَجَعَلَا الْقُدْرَةَ الْمُمَكِّنَةَ شَرْطاً لِوُجُوْبِ الْأَدَاءِ دُوْنَ الْقَضَاءِ لِأَنَّ الْقُدْرَةَ شَرْطُ الْوُجُوْبِ وَلَا يَتَكَرَّرُ الْوُجُوْبُ فِيْ وَاجِبٍ وَاحِدٍ وَالشَّرْطُ كَوْنُهُ مُتَوَهَّمَ الْوُجُوْدِ لَا كَوْنُهُ مُتَحَقِّقَ الْوُجُوْدِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَسْبِقُ الْأَدَاءَ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وجوب ادا اور وجوب قضاء کے فرق کو واضح کیجئے اور بتائیے کہ قدرۃ ممکنۃ وجوب قضاء کیلئے کیوں شرط نہیں ہے؟ قدرۃ متوھمۃ اور قدرۃ متحققۃ کے فرق کو واضح کیجئے وجوب قضاء کیلئے قدرت ممکنہ کو شرط قرار دینے کی صورت میں وجوب کا تکرار کس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طرح لازم آتا ہے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔پھر شارع نے وجوب ادا اور وجوب قضاء کے درمیان فرق کیا ہے چنانچہ شارع نے قدرت ممکنہ کو وجوب ادا کی شرط قرار دیا ہے نہ کہ وجوب قضا کی اس لئے کہ قدرت ممکنہ وجوب کی شرط ہے اور واجب واحد میں وجوب مکرر نہیں ہوتا اور وجوب ادا کی شرط قدرت کا متوہم الوجود ہونا ہے نہ کہ اس کا متحقق الوجود ہونا کیوں کہ قدرت کا متحقق الوجود ہونا ادا سے سابق نہیں ہے۔

تشریح:۔۔۔امر سے ثابت شدہ حکم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ادا۔ (۲) قضا۔ پھر ادا و قضا کے انواع واقسام جس طرح حقوق اللہ میں پائے جاتے ہیں اسی طرح حقوق العباد میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن وجوب ادا اور وجوب قضا کے درمیان شریعت نے فرق کیا ہے وہ فرق یہ ہے کہ وجوب ادا کیلئے قدرت ممکنہ کی شرط ہے جب کہ قضا کیلئے یہ شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقت کے اندر ادا پر قادر ہو گیا مگر ادا نہ کر سکا تو پھر وقت نکلنے کے بعد وہ قادر نہ رہا تو بھی اس پر قضا واجب ہوگی اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قدرت وجوب ادا کیلئے تو شرط ہے وجوب قضا کیلئے نہیں۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے جو سبب وجوب ادا کا ہوتا ہے وہی سبب وجوب قضا کا بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب ادا اور قضا کے درمیان سبب میں اتحاد ہے تو شرط (قدرت) میں بھی اتحاد ہونا چاہیے کہ قدرت ممکنہ دونوں کیلئے شرط ہونی چاہئے مصنفؒ نے اس عبارت سے اس خیال کو رد فرمایا ہے کہ شارع نے وجوب ادا اور وجوب قضا میں فرق کیا ہے کہ ادا کیلئے قدرت ممکنہ شرط ہے جبکہ قضا کیلئے یہ شرط نہیں ہے اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ اگر قدرت ممکنہ کے بغیر بندہ پر ادا واجب ہوجائے تو تکلیف مالا یطاق لازم آئیگا۔

حالانکہ یہ کتاب اللہ سے منفی ہے اور وجوب قضا کیلئے قدرت ممکنہ کی شرط نہیں ہے کیوں کہ اگر وجوب قضا کیلئے قدرت ممکنہ کو شرط قرار دیدیا جائے تو واجب واحد میں وجوب کا مکرر ہونا لازم آئیگا حالانکہ واجب واحد میں وجوب مکرر نہیں ہوتا نیز قضا کا سبب وہی ہوتا ہے جو ادا کا ہوتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پس وجوب قضا کوئی دوسرا وجوب نہیں ہے بلکہ پہلے وجوب کی بقا کا نام قضا ہے اور وجوب ادا کیلئے قدرت ممکنہ کی شرط لگادی گئی ہے لہٰذا اگر دوبارہ وجوب قضا کیلئے بھی قدرت ممکنہ کی شرط لگادیں گے تو شرط کے تکرار سے مشروط (وجوب) کا تکرار ہوجائے گا اور واجب واحد کیلئے دو وجوب ثابت ہوجائیں گے حالاں کہ واجب واحد کیلئے دو وجوب ثابت ہونا باطل ہے اور یہ باطل کیوں لازم آیا کیوں کہ ہم نے وجوب قضا کیلئے قدرت ممکنہ کی شرط لگادی اور باطل کا سبب بھی باطل ہوتا ہے۔

قولہ والشرط کونہ متوھم الوجود۔۔۔الخ:۔۔۔اس عبارت کی توضیح یہ ہے کہ وجوب ادا کیلئے ہم نے قدرت ممکنہ کی شرط لگائی ہے لیکن کیا حقیقتاً قدرت کا پایا جانا ضروری ہے یا متوہم الوجود (وہم) کے درجہ میں اس کا موجود ہونا بھی کافی ہے مصنفؒ کہتے ہیں وجوب ادا کیلئے قدرت کا متحقق الوجود ہونا ضروری نہیں بلکہ متوہم الوجود ہونا بھی کافی ہے۔

قولہ والشرط کونہ متوھم الوجود۔۔۔الخ:۔۔۔اس عبارت کی توضیح یہ ہے کہ وجوب ادا کیلئے ہم نے قدرت ممکنہ کی شرط لگائی ہے لیکن کیا حقیقتاً قدرت کا پایا جانا ضروری ہے یا متوہم الوجود (وہم) کے درجہ میں اس کا موجود ہونا بھی کافی ہے مصنفؒ کہتے ہیں وجوب ادا کیلئے قدرت کا متحقق الوجود ہونا ضروری نہیں بلکہ متوہم الوجود ہونا بھی کافی ہے۔

مثال اس کی یہ ہے کہ مثلاً ظہر کی نماز کیلئے فی الحال اتنا وقت پایا جانا ضروری نہیں کہ وہ چار رکعت پڑھ سکے بلکہ اس کا وہم کے درجہ میں موجود ہونا بھی کافی ہے کہ وقت کی اتنی ہی مقدار باقی ہو جس میں وہ وقت کے اندر تحریمہ باندھ سکتا ہو تو اس پر واجب ہوجائے گی اور قدرت ممکنہ کا حقیقتاً پایا جانا اس لئے ضروری نہیں کہ وہ ادا کیلئے شرط ہے اور شرط اپنے مشروط سے مقدم ہوا کرتا ہے اور ادا مشروط ہے اور قدرت ادا پر مقدم نہیں ہوتا بلکہ ساتھ ساتھ ہوتا ہے البتہ قدرت کا متوہم الوجود ہونا یہ ادا پر مقدم ہوسکتا ہے اس لئے ہم نے اسی کی شرط لگائی ہے۔

مصنفؒ نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔۔۔کہ جب بچہ بالغ ہوجائے یا کافر مسلمان ہوجائے اور اسے اتنا وقت مل گیا کہ وہ تحریمہ باندھ سکتا تھا تو اس پر وہ نماز واجب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوجائے گی کیونکہ وجوب ادا کیلئے ہمارے نزدیک قدرت کا متوہم الوجود ہونا کافی ہے۔البتہ احناف میں سے امام زفرؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے یہاں وجوب ادا کیلئے قدرت کا محقق ہونا ضروری ہے (نماز کے وجوب کیلئے حقیقتاً اتنا وقت ملنا چاہیے کہ وہ اس میں چار رکعت ادا کر سکے۔

حسامی ص (۴۶)

أَلنَّهْيُ فِي صِفَةِ الْقُبْحِ يَنْقَسِمُ انْقِسَامَ الْأَمْرِ فِي صِفَةِ الْحُسْنِ، مَاقَبُحَ لِعَيْنِهِ وَضْعاً، وَمَاالْتَحَقَ بِهِ بِوَاسِطَةِ عَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ وَالْمَحَلِّيَّةِ شَرْعاً، وَحُكْمُ النَّهْيِ فِيْهِمَا بَيَانُ أَنَّهُ غَيْرُ مَشْرُوْعٍ أَصْلاً وَمَا قَبُحَ لِمَعْنىً فِيْ غَيْرِهٖ وَهُوَ نَوْعَانِ: مَا جَاوَرَهُ الْمَعْنَى جَمْعاً وَحُكْمُهُ أَنَّهُ يَكُوْنُ صَحِيْحاً مَشْرُوْعاً بَعْدَ النَّهْيِ وَمَا اتَّصَلَ بِهِ الْمَعْنَى وَصْفاً۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کا مطلب بیان کریں خاص طور سے قبیح لعینہ وضعا، عدم الاہلیۃ والمحلیۃ،ماجاورہ المعنی جمعاوما اتصل بہ المعنی وصفا میں وضعا، عدم اہلیۃ،مجاورۃ، جمعا، اتصال وصفا کی وضاحت کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔نہی صفت قبح میں اس طرح منقسم ہوتی ہے جیسا کہ امر صفت حسن میں منقسم ہوتا ہے۔

(ایک وہ) جو قبیح لعینہ ہو جیسے کفر اور بے فائدہ کام (دوسرا) وہ جو اس کے ساتھ عدم اہلیت اور عدم محلیت کے واسطہ سے شرعاً ملحق ہے جیسے محدث کی نماز اور آزاد کی بیع اور ان دونوں قسموں میں نہی کا حکم اس بات کو بیان کرنا ہے کہ منہی عنہ بالکل غیر مشروع ہے اور وہ جو ایسے معنی کی وجہ سے قبیح ہو جو اس کے غیر میں ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (ایک) وہ جس کے ساتھ معنی جمع ہو کر مجاور اور متعلق ہو اس قسم کا حکم یہ ہے کہ فعل منہی عنہ نہی کے بعد صحیح ہو مشروع ہو۔(دوم) وہ جس کے ساتھ معنی وصفا متصل ہوں۔

توضیح:۔۔۔نہی تحریم کیلئے وضع کیا گیا ہے جس کا تقاضہ فعل منہی عنہ کا قبیح ہونا ہے جس طرح امر فعل مامور بہ کے حسن کا تقاضہ کرتا ہے۔صفت حسن کے اعتبار سے جس طرح امر کی تقسیم کی گئی تھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اسی طرح صفت قبح کے اعتبار سے نہی بھی دو قسموں پر منقسم ہے۔
منہی عنہ کی اولاً دو قسمیں کی گئی ہیں: (۱) قبیح لعینہ (۲) قبیح لغیرہ۔
قبیح لعینہ:۔۔۔وہ قبیح ہے جس کی ذات ہی میں قبح ہو۔ القبیح لعینہ مایکون ذاتہ قبیحا مع قطع النظر عن الاوصاف اللازمۃ والعوارض المجاورۃ۔
پھر اس قبیح لعینہ کی دو قسمیں ہیں:۔
(۱) قبیح لعینہ وضعی:۔۔۔الاول مایکون قبحہ وضعاً بأن یکون وضعہ للقبح العقلی مع قطع النظر عن ورود الشرع۔
قبیح لعینہ وضعی وہ قبیح ہے جس کا قبح وضعی ہو یعنی ورود شرع سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کی وضع ہی قبح عقلی کیلئے ہو۔ اور بغیر ورود شرع کے عقل سے اس کے قبح کا ادراک ممکن ہو۔
(۲) قبیح لعینہ شرعی:۔۔۔والثانی ما یکون قبحہ شرعاً بأن الشرع ورد بقبحہ والا فیجوزہ العقل او لغیرہ بان یکون القبح للغیر وبقبحہ یکون المنہی عنہ قبیحا۔
قبیح لعینہ شرعی وہ ہیکہ جس کا قبح محض شرع سے معلوم ہوجائے اور عقل اس کے قبح کا ادراک کرنے سے قاصر ہو بلکہ بغیر شرع کے عقل اس کو جائز اور ممکن سمجھتی ہو۔
قولہ: والتحق بہ بواسطۃ۔۔۔الخ۔ قبیح لعینہ کی مصنف نے دو قسمیں بیان فرمائی ہیں وضعی جس کی مثال کفر اور عبث ہیں۔ یہاں قبیح لعینہ کی دوسری قسم (قبیح لعینہ شرعی) کو مصنف نے بیان فرمایا ہے اور اس کی مثال دی محدث کی نماز۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ محدث کی نماز قبیح لعینہ شرعی اسلئے ہے کہ نماز فی نفسہا قبیح نہیں ہے کہ عقل کے ذریعہ اس کے قبح کا ادراک ہوسکے بلکہ نماز فی ذاتہا حسن ہے البتہ نماز کی اہلیت بندے میں اس وقت پیدا ہوگی جب وہ طاہر ہو بغیر طہارت کے نماز کی اہلیت اس میں پیدا ہو ہی نہیں سکتی پس جب شریعت نے یہ فیصلہ کردیا کہ محدث میں نماز کی اہلیت نہیں ہے تو اس کا نماز پڑھنا عبث اور بے کار ہے اور فعل عبث قبیح لعینہ وضعی ہے تو محدث کی نماز بھی شریعت کے فیصلہ کے مطابق عدم اہلیت کے واسطے سے قبیح لعینہ وضعی کے ساتھ ملحق ہوگی لیکن محدث کی نماز کے بارے میں یہ فیصلہ شریعت کی طرف سے ہے لہٰذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

شرعی ہوگی اور اس کو قبیح لعینہ شرعی کہا جائے گا۔ (یہ عدم اہلیت کی وضاحت ہے) محلیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ قبیح لعینہ کے ساتھ ملحق ہو مثلاً آزاد کی بیع وغیرہ، بیع فی نفسہ قبیح نہیں ہے بلکہ فی نفسہ حسن ہے لیکن محل بیع مال متقوم ہوا کرتا ہے جب یہ چیزیں مال متقوم نہیں تو بیع کا محل نہیں اور جب بیع کا محل ہی نہیں تو ان چیزوں کی بیع عبث اور بے کار کام ہے اور فعل عبث قبیح لعینہ وضعی ہے اور شریعت نے ان چیزوں کے بیع کا محل نہ ہونے کا فیصلہ کیا لہٰذا شریعت کے فیصلہ کے واسطہ سے یہ چیزیں قبیح لعینہ وضعی کے ساتھ ملحق ہوں گی اور شریعت کے فیصلہ کی وجہ سے شرعی ہوں گی اور قبیح لعینہ شرعی کے نام سے موسوم ہوں گی۔

نہی کا حکم:۔۔۔نہی کی ان دونوں قسموں کا حکم یہ ہیکہ منہی عنہ بالکل غیر مشروع اور حرام ہے۔

صفت قبح کے اعتبار سے نہی کی دوسری قسم:۔۔۔صفت قبح کے اعتبار سے نہی کی دوسری قسم قبیح لغیرہ ہے اور قبیح لعینہ کی طرح اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) قبیح لغیرہ مجاوراً (۲) قبیح لغیرہ وصفاً۔

قبیح لغیرہ مجاوراً:۔۔۔کا مطلب یہ ہے کہ فعل منہی عنہ کی ذات قبیح نہ ہو بلکہ غیر کیوجہ سے اس میں قبح پیدا ہوگیا ہو لیکن وہ غیر اس فعل منہی عنہ کیلئے وصف لازم نہ ہو اور نہ اس کی حقیقت میں داخل ہو بلکہ وہ غیر فعل منہی عنہ کا مجاور ہو۔ (القبیح لغیرہ مجاورا ھو ماجاور المنھی عنہ الغیر الذی قبح لاجلہ ذلک المنھی عنہ جمعا، بان یجتمعا فی بعض الاحیان من غیر ان یصیر ذلک الغیر وصفا لازما لہ او داخلا فی حقیقتہ)۔

قبیح لغیرہ وصفا:۔۔۔کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر اور معنی جس کیوجہ سے فعل منہی عنہ قبیح ہوا ہے فعل منہی عنہ کیلئے وصف لازم ہو اور اس سے جدا نہ ہوتا ہو۔ (القبیح لغیرہ وصفا ھو ان یکون الغیر الذی صار المنھی عنہ لاجلہ قبیحا وصفا لازما لاینفک عنہ)۔

تعریف میں استعمال کئے گئے چند الفاظ کی تشریح:۔

(۱) قبیح لغیرہ مجاورا کی تعریف میں استدلال ہوئے جمعاً سے مراد اجتماع اور معیت ہے (فعل منہی عنہ اور اس معنیٔ غیر) کے درمیان اجتماع اور معیت ہو اس طور پر کہ دونوں کا جمع ہونا بھی ممکن ہو اور دونوں کا جدا ہونا بھی ممکن ہو جیسے اذان جمعہ کے وقت کی بیع اور غصب کردہ زمین میں نماز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قبیح لغیرہ مجاوراً ہے اور مجاورۃً کا مطلب یہ ہے کہ فعل منہی عنہ کی ذات میں قبح نہ ہو بلکہ غیر کیوجہ سے اس میں قبح پیدا ہوا ہو۔

(۲) قبیح لغیرہ وصفا کی تعریف میں استعمال ہوئے۔ ''اتصال وصفا'' کا مطلب یہ ہے کہ منہی عنہ کی ذات قبیح نہ ہو البتہ جس وصف کی وجہ سے اس میں قبح پیدا ہوا ہو وہ منہی عنہ سے اس طرح متصل رہتا کہ کبھی جدا نہ ہوتا ہو۔ (اور باقی الفاظ کی تشریح تعریف کے ضمن میں آ گئی ہے۔)

حسامی ص (۴۷)

وَالنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الْحِسِّيَةِ يَقَعُ عَلَى الْقِسْمِ الْأَوَّلِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْأَفْعَالِ الشَّرْعِيَةِ يَقَعُ عَلَى الْقِسْمِ الْأَخِيرِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْبَابَيْنَ إِنَّهُ مُنْصَرِفٌ إِلَى الْقِسْمِ الْأَوَّلِ إِلَّا بِدَلِيلٍ لِأَنَّ النَّهْيَ فِي اقْتِضَاءِ الْقُبْحِ حَقِيقَةٌ كَالْأَمْرِ فِي اقْتِضَاءِ الْحُسْنِ فَيَنْصَرِفُ مُطْلَقُهُ إِلَى الْكَامِلِ مِنْهُ كَالْأَمْرِ وَلَا يَلْزَمُ الظِّهَارَ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ فعل حسی اور فعل شرعی کی تعریف کیجئے۔ ''نھی عن الافعال الحسیة'' اور ''نھی عن الافعال الشرعیة'' کے بارے میں احناف اور شوافع کا کیا اختلاف ہے؟ اور ثمرۂ اختلاف کیا ہے؟ لا یلزم الظھار سے مصنفؒ کس کی جانب سے وکالت کرتے ہوئے کس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں؟ اعتراض اور جواب کی تشریح کیجئے؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور افعال حسیہ سے نہی قسم اول پر محمول ہوگی اور افعال شرعیہ سے نہی قسم اخیر پر محمول ہوگی اور حضرت امام شافعیؒ نے دونوں قسموں کے بارے میں فرمایا کہ نہی قسم اول کی طرف راجع ہوگی مگر دلیل کے ساتھ اس لئے کہ نہی قبح کا تقاضہ کرنے میں اسی طرح حقیقت ہے جیسا کہ امر حسن کا تقاضہ کرنے میں پس مطلق نہی اس کے کامل کی طرف راجع ہوگی جیسا کہ امر اور ظہار سے اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

افعال حسیہ کی تعریف:۔۔۔ والمراد بالأفعال الحسية مايعرف حساً ولا يتوقف تحققها على الشرع۔ افعال حسیہ سے مراد وہ افعال ہیں جنھیں حس (حواس) کے ذریعہ جانا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جا سکتا ہو اور ان کا تحقق شریعت پر موقوف نہ ہو۔

افعال شرعیہ کی تعریف:۔۔۔ والمراد بالافعال الشرعية ما يتوقف حصوله وتحققه على الشرع افعال شرعیہ سے مراد وہ افعال ہیں جن کا حصول اور تحقق شریعت پر موقوف ہو۔

تشریح:۔۔۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہیکہ نہی افعال حسیہ پر وارد ہو اور قرینہ سے خالی ہو (نہ فعل منہی عنہ کے قبیح لعینہ ہونے پر قرینہ ہو اور نہ قبیح لغیرہ ہونے پر قرینہ موجود ہو) تو وہ نہی قبیح لعینہ پر محمول ہوگی اور فعل منہی عنہ کی مشروعیت بالکل ختم ہو جائے گی مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود ہو اور کوئی دلیل موجود ہو جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ نہی قبیح لغیرہ پر محمول ہے مثلاً حالت حیض میں وطی کرنا وطی اگرچہ فعل حسی ہے اور اس پر وارد شدہ نہی قبیح لغیرہ پر محمول ہے کیوں کہ یہاں دلیل موجود ہے وہ باری تعالیٰ کا ارشاد۔ "قل هو اذى" ہے۔

اور نہی افعال شرعیہ پر وارد ہو اور قرینہ سے خالی ہو (یہ نہ معلوم ہوتا ہو کہ منہی عنہ قبیح لعینہ ہے یا قبیح لغیرہ) تو وہ نہی قبیح لغیرہ وصفا پر محمول ہوگی یعنی اس نہی سے فعل منہی عنہ کا قبیح لغیرہ وصفاً ہونا ثابت ہوگا اور فعل منہی عنہ کی مشروعیت ختم نہ ہوگی مگر یہ کہ اس کے قبیح لعینہ ہونے پر کوئی دلیل موجود ہو مثلاً بیع مضامین اور بیع ملاقیح اگرچہ افعال شرعیہ میں سے ہیں لیکن ان پر وارد ہونے والی نہی دلیل کیوجہ سے قبیح لعینہ پر محمول ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان دونوں بیعوں میں مبیع معدوم ہوتی ہے اور معدوم کی بیع باطل ہے اور باطل اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح ہوتا ہے لہذا ان بیعوں پر وارد شدہ نہی قبیح لعینہ پر محمول ہوگی۔ یہ احناف کا مذہب ہے۔

قوله وقال الشافعي:۔۔۔ حضرت امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ نہی خواہ افعال حسیہ پر وارد ہو خواہ افعال شرعیہ پر دونوں صورتوں میں فعل منہی عنہ قبیح لعینہ ہوگا اور اس کی مشروعیت بالکل معدوم ہو جائے گی پس حضرت امام شافعی کے یہاں جس طرح زنا اور شرب خمر نہی کی وجہ سے قبیح لعینہ ہیں اسی طرح یوم النحر کا روزہ بھی نہی کی وجہ سے فعل شرعی ہونے کے باوجود قبیح لعینہ ہوگا اور یہ تمام چیزیں باطل ہوں گی کیوں کہ جس چیز کی ذات میں قبح ہو وہ چیز باطل ہوتی ہے۔

حضرت امام شافعی کی دلیل:۔۔۔ مصنف فرماتے ہیں کہ نہی اگرچہ لغت میں (نہی کی حقیقت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لغویہ) طلبِ کف عن الفعل ہے لیکن حقیقت شرعیہ یہ ہے کہ نہی منہی عنہ کے قبح کا تقاضہ کرے جس طرح امر کی حقیقت لغویہ اگر چہ طلب فعل ہے لیکن حقیقت شرعیہ یہ ہے کہ امر فعل مامور بہ کے حسن کا تقاضہ کرے پس خلاصہ یہ ہوا کہ امر طلب فعل کے معنی میں حقیقت لغویہ ہے اور حسن کے معنی میں حقیقت شرعیہ ہے اسی طرح نہی طلب کف عن الفعل کے معنی میں حقیقت لغویہ ہے اور قبح کے معنی میں حقیقت شرعیہ ہے اور باب امر و نہی میں حقیقت شرعیہ مراد ہے نہ کہ حقیقت لغویہ اور امر مطلق جب قرائن سے خالی ہو تو حسن کے فرد کامل حسن لعینہ پر محمول ہوتا ہے اسی طرح جب نہی بھی قرائن سے خالی ہو تو قبح کے فرد کامل قبیح لعینہ پر محمول ہونا چاہیے۔

ولا یلزم الظھار:۔۔۔ اس عبارت میں مصنف حضرت امام شافعیؒ کی جانب سے وکالت کرتے ہوئے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔۔۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نہی افعال شرعیہ پر وارد ہو وہ فعل منہی عنہ کے قبیح لعینہ ہونے کو ثابت کرتی ہے اور قبح جس چیز میں ہو وہ باطل ہوتی ہے اور وہ باطل مشروع نہیں رہتی ہے حالانکہ ظہار (تشبیہ الرجل زوجتہ بالمحرّمات الأبدیۃ أو بعضو من اعضائھا) فعل شرعی ہے اور اس پر نہی وارد ہوتی ہے چنانچہ اسے قرآن کریم میں "منکرا من القول وزورا" کہا گیا ہے (ظہار منہی عنہ ہے) اور آپ کے نزدیک افعال شرعیہ بھی نہی کی وجہ سے قبیح لعینہ ہو جاتے ہیں اور وہ بالکل بھی مشروع نہیں رہتے۔ اور عبادت اور حکم مشروع کا سبب بھی مشروع ہوا کرتا ہے لہٰذا ظہار منہی عنہ ہونے کے باوجود مشروع ہوگا اور اسکی مشروعیت بالکل معدوم نہ ہوگی اور یہ بات فعل منہی عنہ کے قبیح لعینہ ہونے کے خلاف ہے اور آپ کے نزدیک اس کی مشروعیت بالکل ختم ہو جانی چاہئے تھی۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زیادہ صحیح بات وہ ہے جو احناف کا مذہب ہے؟

جواب:۔۔۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر سبب (فعل شرعی) بھی مشروع ہو اور اسکا حکم بھی مشروع ہو اور پھر سبب مشروع (فعل شرعی) پر نہی وارد ہو جائے تو وہ سبب (فعل شرعی) معدوم ہو جائے گا اور اسکی مشروعیت باطل ہو جائے گی اور کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حکم شرعی اس سے متعلق نہ ہوگا کیوں کہ وہ سبب مشروع ہی نہیں رہا۔ رہا ظہار تو وہ سبب مشروع نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق حرام ہے اور حرام اور غیر مشروع ہونے کے باوجود اس سے کفارہ کا حکم متعلق کیا گیا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ کفارہ ظہار ایسی جزاء ہے جس کو فعل حرام (ظہار) کے ارتکاب سے روکنے کیلئے مشروع کیا گیا ہے اور جو حکم فعل حرام کے ارتکاب سے روکنے کیلئے جزاء مشروع کیا گیا ہو وہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس کا سبب حرام ہو مثلاً قصاص ایسی جزاء ہے جو فعل حرام (ناحق قتل عمد) کے ارتکاب سے روکنے کیلئے مشروع کیا گیا ہے لہٰذا یہ قصاص تقاضہ کرے گا کہ ناحق قتل عمد حرام ہو پس قتل اور ظہار کا حرام ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ دونوں جزاء واجب کرنے کا سبب واقع ہوں بلکہ ان کا حرام ہونا ایجاب جزاء کیلئے سبب ہونے کو متحقق کرے گا لہٰذا ظہار کو لیکر ہم پر اعتراض کرنا درست نہ ہوگا۔

حسامی ص (۵۷)

اَلْفَرْضُ مَاثَبَتَ وُجُوْبُہٗ بِدَلِیْلٍ لَا شُبْھَۃَ فِیْہِ وَحُکْمُہُ اللُّزُوْمُ عِلْماً وَتَصْدِیْقاً بِالْقَلْبِ وَعَمَلاً بِالْبَدَنِ حَتّٰی یُکَفَّرَ جَاحِدُہٗ وَیُفَسَّقَ تَارِکُہٗ بِلَا عُذْرٍ۔

مذکورہ عبارت کی تشریح کیجئے رخصت اور عزیمت کی تعریف مع امثلہ تحریر کیجئے۔

الجواب:۔ تشریح:۔۔ احکام مشروعہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) رخصت (۲) عزیمت۔

پھر عزیمت کی چار قسمیں ہیں: فرض، واجب، سنت اور نفل۔

فرض پہلی قسم ہے لغت میں کئی معنوں میں اس کا استعمال ہوا ہے:

(۱) تقدیر (اندازہ لگانا)۔ (۲) قطع۔ (۳) انزال۔ (۴) تبیین۔ (۵) احلال۔

اور اصطلاح شرع میں فرض کہا جاتا ہے ایسے حکم کو جس کا وجوب اور لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کوئی شبہہ نہ ہو (ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جو مفید علم اور مفید یقین ہو مثلاً کتاب اللہ، سنت متواترہ اور اجماع۔

فرض کا حکم لزوم ہے علم کے اعتبار سے اور تصدیق قلب کے اعتبار سے اور عمل بالبدن کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اعتبار سے۔

علم کے اعتبار سے لزوم کا مطلب یہ ہے کہ فرض کے ثبوت کا علم یقینی حاصل ہو جائے۔ اور تصدیق بالقلب کے اعتبار سے لزوم کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق ہونے پر اعتقاد کرنا واجب ہے اور عمل بالبدن کے اعتبار سے لزوم کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض اعمال کے قبیل سے ہو تو اس پر بدن سے عمل کرنا لازم اور واجب ہو جائے۔ اور فرض کا حکم یہ ہے کہ اس کا منکر کافر قرار دیا جائیگا کیوں کہ اس کے ثبوت کا قطعی علم اور تصدیق لازم ہے اور عمل کرنا اس پر لازم ہے اس لئے اس کو ترک کرنے والا فاسق ہوگا لیکن یہ اس وقت ہے جب ترک بغیر عذر شرعی کے ہو اگر عذر شرعی کی وجہ سے ترک ہو تو اس کا تارک فاسق نہیں ہوگا اور اگر ترک استخفاف کے طور پر ہو تو یہ کفر ہوگا۔

رخصت وعزیمت کی تعریف مع امثلہ:

رخصت:۔۔۔فی اللغۃ "الیسر والسھولۃ" وفی الشرع "اسم لما بنی علی أعذار العباد" وھو السفر والمرض۔ (رخصت ایسے حکم شرعی کا نام ہے جو بندوں کے اعذار پر مبنی ہوں)۔

عزیمت:۔۔۔فی اللغۃ "القصد المؤکد یقال عزمت علی کذا" وفی أحکام الشرع "اسم لما ھو اصل منھا غیر متعلق بالعوارض" (یعنی العزیمۃ فی الشریعۃ اسم لأحکام لا یکون شرعھا باعتبار العوارض۔ احکام شرع میں عزیمت اس چیز کا نام ہے جو اصل ہو اور عوارض کے ساتھ متعلق نہ ہو)۔

رخصت کی مثال:۔۔۔رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی مشروعیت عذر سفر اور عذر مرض پر مبنی ہے اور قصر صلوۃ کی مشروعیت عذر سفر پر مبنی ہے۔ لہٰذا یہ رخصت کی مثالیں ہیں۔

عزیمت کی مثال:۔۔۔جیسا کہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی مشروعیت مرض اور سفر کی وجہ سے ہے بلکہ وہ حکم اصلی ہو باری تعالیٰ کی طرف سے ابتداءً مشروع کیا گیا ہو خواہ اس کا تعلق مامورات سے ہو خواہ ترک فعل سے، جیسا کہ محرمات۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۵۹)

وَالنَّفلُ اِسمٌ لِلزِّيَادَةِ وَنَوَافِلُ العِبَادَاتِ زَوَائِدُ مَشرُوعَةٌ لَنَا لَا عَلَينَا وَحُكمُهُ أَنَّهُ يُثَابُ امْرُءٌ عَلَى فِعلِهِ وَلَا يُعَاقَبُ عَلَى تَرْكِهِ وَيَضْمَنُ بِتَرْكِهِ بِالشُّرُوعِ عِندَنَا لِأَنَّ المُؤَدّٰى صَارَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مُسَلَّماً إِلَيهِ وَهُوَ كَالنَّذرِ صَارَ لِلّٰهِ تَسْمِيَةً لَا فِعلاً ثُمَّ وَجَبَ لِصِيَانَتِهِ ابْتِدَاءُ الفِعلِ فَلَأَنْ يَجِبَ لِصِيَانَةِ ابْتِدَاءِ الفِعلِ بَقَاؤُهُ أَولٰى۔

عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ اور مکمل تشریح کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور نفل زیادتی کا نام ہے پس عبادات کے نوافل زوائد ہیں ہمارے لئے مشروع ہیں نہ کہ ہم پر اور نفل کا حکم یہ ہے کہ انسان کو اس کے کرنے پر ثواب دیا جائیگا اور اس کے ترک پر سزا نہیں دی جائے گی اور ہمارے نزدیک شروع کرنے کے بعد اس کے ترک کرنے کیوجہ سے ضامن ہوگا اسلئے کہ جو حصہ ادا کر دیا گیا وہ اللہ تعالی کے سپرد کر دیا گیا اور یہ شروع فی النفل ایسا ہے جیسا کہ نذر، ذکر کے اعتبار سے اللہ کے لئے ہوگئی لیکن فعل کے اعتبار سے نہیں پھر نذر کی حفاظت کیلئے ابتداء فعل واجب ہے لہٰذا ابتداء فعل کی حفاظت کیلئے اس کی بقا کی حفاظت بدرجۂ اولیٰ ہوگی۔

تشریح:۔۔۔عزیمت کی چوتھی قسم نفل کا بیان ہے۔ نفل کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں اسی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے مال غنیمت کو بھی نفل کہا جاتا ہے کیوں کہ جہاد کا مقصد اصلی اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور غنیمت تو وہ مقصد سے ایک زائد چیز ہے پس نوافل فرائض وواجبات اور سنن سے زائد چیز ہیں جو ہمارے نفع کیلئے مشروع ہوتے ہیں نہ کہ ہمارے ضرر کیلئے۔ چنانچہ اگر ہم انہیں ادا کریں گے تو ثواب کے مستحق ہوں گے اور اگر انہیں ادا نہیں کریں گے تو کسی عقاب وعذاب کے مستحق نہیں ہوں گے شریعت کی اصطلاح میں نفل اس مخصوص زیادتی کو کہتے ہیں جو فرائض وواجبات اور سنن پر زیادتی ہو۔ اور نوافل کی ادائیگی پر ثواب ہوگا کیوں کہ یہ بھی ایک عبادت ہے اور ترک پر عذاب نہ ہوگا اس لئے کہ یہ فرائض واجبات میں سے نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ویضمن بترکه:۔۔۔ یہاں سے مصنفؒ ایک اختلافی مسئلہ ذکر کرتے ہیں نفل مشروع کرنے کے بعد اسکو فاسد کردیا جائے تو اس کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

احناف کا مذہب یہ ہے کہ اس کی قضا لازم ہوگی جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی قضا واجب نہ ہوگی امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نفل ایک تبرع ہے اور تبرع کرنے والے پر زبردستی نہیں ہوتی۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں ابتدائے نفل کے سلسلہ میں بندے کو اختیار ہے چاہے شروع کرنے چاہے نہ کرے پس اس کی بقا میں بھی اس کو اختیار ہوگا چاہے اس کو باقی رکھے چاہے ختم کردے اور وجہ یہ ہے کہ بقائے شئی ابتدائے شئی سے مختلف نہیں ہوتی جب ابتداء میں اختیار ہے تو بقاء میں بھی اختیار ہوگا۔

احناف دلیل دیتے ہیں کہ نماز کا ادا کردہ حصہ اللہ کے سپرد کردیا گیا ہے اور جو حصہ اللہ کے سپرد کردیا گیا اس کی حفاظت واجب ہے اور حفاظت اسی وقت ہوسکتی ہے جب باقی حصہ کو بھی ادا کرلے کیوں کہ نماز روزہ مفید اسی وقت ہوتی ہیں جب یہ عبادتیں تام ہوں اور تام نماز کم سے کم ایک شفعہ (دو رکعت) نماز ہے جب نماز کا ایک حصہ ادا کرلیا تو باقی کی ادائیگی بھی واجب ہوگی کیوں کہ بیچ میں نماز کو فاسد کرنا یہ ابطال عمل ہے جس سے قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے: "ولا تبطلوا أعمالكم"۔ لہٰذا یہ ابطال حرام ہوگا اور حرام سے بچنے کیلئے اسکو پورا کرنا یا توڑدیا ہے تو اس کی قضا کرنا واجب ہے۔ مصنفؒ مثال دے کر بات ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ شروع فی النفل ایسا ہے جیسا کہ نذر یعنی اگر کسی نے زبان سے کہہ دیا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے دو رکعت پڑھنی لازم ہے تو فعل اگرچہ یہاں موجود نہیں ہے لیکن ذکر قولی (زبان سے ذکر کرنا) موجود ہے اور اس نذر قولی کی حفاظت کیلئے ابتداء فعل (اس نذر مانی ہوئی چیز کو شروع کرنا اور اس کو ادا کرنا لازم ہے) پس جب نذر کی حفاظت کیلئے ابتداء فعل واجب ہے تو ابتداء فعل کی حفاظت کیلئے اس کی بقا بدرجہ اولیٰ واجب اور لازم ہوگی کیوں کہ بقائے فعل اس کی ابتداء سے سہل اور آسان ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۵۹)

أَمَّا الرُّخَص فَأَنْوَاعٌ أَرْبَعَةٌ نَوْعَانِ مِنَ الْحَقِيْقَةِ أَحَدُهُمَا أَحَقُّ مِنَ الْآخَرِ وَنَوْعَانِ مِنَ الْمَجَازِ أَحَدُهُمَا أَتَمُّ مِنَ الْآخَرِ وَأَمَّا أَتَمُّ نَوْعَيِ الْمَجَازِ فَمَا وُضِعَ عَنَّا مِنَ الْإِصْرِ وَالْأَغْلَالِ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُسَمَّىٰ رُخْصَةً مَجَازاً۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ رخصت کی تعریف کر کے عبارت کا مطلب واضح کریں اور اس کو مجاز رخصت کیوں کہتے ہیں تحریر کریں؟

الجواب:۔ بہر حال رخصتیں تو چار قسم ہیں:۔۔۔دو قسمیں حقیقت کی ہیں ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے اولیٰ ہے اور دو قسمیں مجاز کی ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے اتم ہے۔ اور مجاز کی دو قسموں میں سے اتم وہ احکام شاقہ اور معاہدے ہیں جو ہم سے اٹھا لئے گئے ہیں اسلئے اس کا مجازاً رخصت نام رکھدیا گیا ہے۔

رخصت کی تعریف:۔۔۔ في اللغة اليُسْرُ والسُّهولة وفي الشرع اسم لما بُني على أعذار العباد۔

تشریح:۔۔۔ مصنف کہتے ہیں کہ رخصت کی چار قسمیں ہیں۔ اولاً رخصت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حقیقت رخصت۔ (۲) مجاز رخصت۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حقیقت رخصت ہونے میں کامل اور اولیٰ ہو۔ (۲) حقیقت رخصت ہونے میں کامل اور اولیٰ نہ ہو۔

مجاز رخصت کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) مجاز رخصت ہونے میں دوسرے کی بہ نسبت اتم اور اکمل ہو۔ (۲) مجاز رخصت ہونے میں اتم نہ ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت رخصت کا مدار عزیمت پر ہے (اگر عزیمت ہوگی تو اس کے مقابلے میں رخصت کا اطلاق حقیقی ہوگا اور اسی کو حقیقت رخصت بھی کہتے ہیں اور اگر عزیمت بالکلیہ فوت ہوگئی ہو اور اس کا قطعاً وجود نہ ہو تو اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صورت میں رخصت کا اطلاق مجاز ہوگا اور اس کو مجاز رخصت کہتے ہیں پس اگر عزیمت تمام اعتبار سے موجود ہو تو اس کے مقابلہ میں رخصت بھی تمام اعتبار سے حقیقت ہوگی اور اگر عزیمت بعض اعتبار سے موجود ہو تو اس کے مقابلہ میں رخصت بھی بعض اعتبارات سے حقیقت ہوگی اور ان دونوں میں اول دوسری قسم کی بہ نسبت اولیٰ ہے۔

واما اتم نوعی المجاز:۔۔۔رخصت مجازیہ کی دو قسموں میں سے پہلی قسم جو مجاز ہونے میں دوسری قسم کی بہ نسبت اتم اور اکمل ہے وہ احکام شاقہ اور معاہدے ہیں جنکی پہلی امتیں مکلف تھیں لیکن ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر تخفیف کی خاطر ان احکام کو آپ کی امت سے ساقط کر دیا گیا مثلاً قتل کے ذریعہ توبہ ہونا۔ کپڑے یا بدن پر نجاست لگ جائے تو اس جگہ کو پاک کرنے کیلئے کاٹنا وغیرہ وغیرہ۔

وجہ تسمیہ:۔۔۔ان احکام شاقہ کا ساقط ہونا مجازاً رخصت کے نام سے موسوم ہے کیونکہ اصل عزیمت شروع ہی سے اس امت پر واجب نہیں تھے بلکہ شروع ہی سے ساقط تھے پس یہ احکام حقیقت میں منسوخ ہیں لیکن اس منسوخ ہونے پر رخصت کے لفظ کا اطلاق مجازاً کر دیا گیا ہے کیونکہ رخصت اور نسخ احکام کو ساقط کرنے میں دونوں شریک ہیں اصل عزیمت جب اس امت پر واجب نہیں تھے تو رخصت کے کیا معنی؟ احکام کو ساقط کرنے میں دونوں شریک ہیں لہٰذا ان کو رخصت کہنا مجاز ہے۔

حسامی ص (۶۳)

سنت کی تعریف کیجئے، سنت کی شرعی حجت ہونے کی دلیل لکھئے، مرسل، مسند، خبر متواتر خبر واحد کی تعریف اور انکے احکام بھی لکھیں، نقل القرآن، الصلوات الخمس، مقادیر الزکوۃ، المسح علی الخفین، التتابع فی صیام کفارۃ الیمین کس کس کی مثال ہیں، معاملات میں خبر واحد کے حجت ہونیکی شرائط لکھ کر بتائیں کہ صاحب الھواء کس کو کہتے ہیں اسکی خبر کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ السنۃ فی اللغۃ "الطریقۃ والعادۃ" وفی الشرع "ماصدر عن النبی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من قولٍ أو فعلٍ أو تقریرٍ"۔

سنت کی تعریف:۔۔۔یہ سنت کی لغوی اور شرعی تعریف ہے اور سنت کے ایک اور معنی ہیں اور وہ یہ ہے کہ سنت کبھی فرض عبادتوں کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ وفی الشرع تطلق علی العبادات النافلة التی یتعلق بفعلها الثواب ولا یتعلق بتر کها العقاب۔

سنت کی شرعی حجت ہونے کی دلیل:۔۔۔قال اللہ تعالیٰ: من یطع الرسول فقد أطاع اللہ، ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنه فانتهو، وما ینطق عن الهویٰ إن هو إلا وحی یوحیٰ۔

یہ قرآن کریم سے چند دلیلیں ہیں حدیث پاک سے سنت کی شرعی حجت ہونے کی دلیل:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ۔

سنت کے اقسام کی تعریف:۔۔۔ اولاً سنت کی دو قسمیں ہیں:

مرسل:۔۔۔لغت میں مقید کی ضد ہے اور اصطلاح محدثین میں مرسل ایسی حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں تابعی اپنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واسطہ ترک کر دے اور یوں کہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا۔ پھر مرسل کی چار قسمیں ہیں:

(۱) مرسل صحابی یہ بالا جماع مقبول اور حجت ہے کیونکہ وہ سماع پر محمول ہے۔

(۲) مرسل تابعی یعنی تابعی نے اپنے شیخ صحابی کا ذکر نہ کیا ہو۔

(۳) تبع تابعی نے ارسال کیا ہو اور تابعی اور صحابی دونوں کا ذکر نہ کیا ہو یا کسی ایک کا ذکر نہ کیا ہو۔

(۴) من وجہ ارسال من وجہ اسناد ہو یعنی ایک راوی نے مرسلاً روایت کیا ہو جب کہ دوسرے نے مسنداً بیان کیا ہو یا ایک ہی راوی ایک مرتبہ ارسال اور ایک مرتبہ اسناد کے ساتھ روایت کرے۔

مرسل کی ذکر کردہ دوسری اور تیسری قسم احناف، مالکیہ اور متکلمین کے یہاں مقبول ہے البتہ امام شافعیؒ اور ظاہریہ کے یہاں غیر مقبول ہے مگر چند شرطوں کے ساتھ چوتھی قسم کا ذکر متن میں نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سنت کی دوسری قسم مسند ہے:۔۔۔المسند المتصل المرفوع۔مسند وہ حدیث کہلاتی ہے جس میں تمام راویوں اور واسطوں کا ذکر ہو اور راوی یوں روایت کرے۔حدثنا فلان عن فلان عن رسول اللہ ﷺ، پھر مسند کی تین قسمیں ہیں:(۱) متواتر۔

خبر متواتر کی تعریف:۔۔۔وھو ما یرویه قوم لا یحصی عددھم ولا یتوھم تواطؤھم علی الکذب۔یہ تعریف مصنفؒ نے کتاب میں نقل کی ہے جب کہ متواتر کی اس سے آسان ایک اور تعریف ہے:خبرُ جماعةٍ یُفید بنفسه العلمَ بصدقه۔

خبر متواتر کا حکم:۔۔۔خبر متواتر مشاہدہ کی طرح علم یقین کا فائدہ دیتا ہے،یحصل من المتواتر الیقین بلا کسب و نظر، کما یحصل من مشاھدة العیان۔نقل قرآن،صلوۃ خمسہ،مقادیر زکوۃ یہ متواتر کی مثالیں ہیں۔

خبر مشہور کی تعریف:۔۔۔وہ حدیث جو اصل میں (صحابہ کے زمانہ میں) خبر واحد تھی لیکن بعد کے زمانوں میں اتنے لوگوں نے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو:المشھور ما کان من الآحاد فی الأصل ثم انتشر فصار ینقله قوم لا یتوھم تواطؤھم علی الکذب و ھم أھل القرن الثانی و من بعدھم۔

خبر مشہور کا حکم:۔۔۔خبر مشہور کا حکم اس پر عمل کا واجب ہونا ہے اور اس کا منکر کافر قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ فاسق شمار ہوگا:وحکمه وجوب العمل به ولا یکفر جاحده ولکن یُضلَّل۔ چنانچہ مسح علی الخفین،تتابع فی صیام کفارۃ الیمین اس کی مثالیں ہیں۔

خبر واحد کی تعریف:۔۔۔خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک یا دو یا اس سے زیادہ لوگ روایت کریں لیکن وہ خبر متواتر اور مشہور سے کم درجہ کی ہو:وھو الذی یرویه الواحد او الاثنان فصاعدًا بعد أن یکون دون المتواتر والمشھور۔

خبر واحد کا حکم:۔۔۔وجوب العمل بشروط،شرطوں کی رعایت کے ساتھ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے۔

معاملات میں خبر واحد کے حجت ہونے کی شرطیں:۔۔۔اس کی توضیح یہ ہے کہ معاملات کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تین قسمیں ہیں ایک وہ جس میں الزام محض ہو دوسری قسم جسمیں الزام ہوتا ہی نہیں اور تیسری قسم جس میں من وجہ الزام ہو اور من وجہ الزام نہ ہو۔

احکام:۔۔۔پہلی قسم جس میں الزام محض ہو اس میں قبولیت کے لئے تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱)ولایت (۲)اہلیت (۳)شہادت (۴)عدد

دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اس میں ہر عقل ممیز رکھنے والے کی خبر معتبر ہوگی یعنی جو اچھے اور برے کے درمیان امتیاز کا شعور رکھتا ہو تیسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اس میں عدد یا عدالت میں سے کسی ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔

صاحب ہویٰ کی تعریف:۔۔۔من اتخذ إلٰھه ھواہ۔ایسا شخص جو اپنے خواہشات کی تکمیل کو ہی اپنا معبود بنالے۔

صاحب ہویٰ کی خبر کا حکم:۔۔۔صاحب ہویٰ یعنی اپنے خواہشات کی غلامی کرنے والے کی خبر میں تفصیل ہے کہ اگر وہ اپنے خواہشات کی تکمیل ہی کو اپنا معبود بنالے اور لوگوں کو اس کی دعوت بھی دے تو اسکی خبر مقبول نہیں ہوگی لیکن اگر ایسا نہ ہو اور لوگوں کو خواہشات کی دعوت نہ دیتا ہو تو اسکی خبر مقبول ہوگی۔

حسامی ص (۶۳)

فَنَقُوْلُ اَلسُّنَّةُ نَوْعَانِ مُرْسَلٌ وَمُسْنَدٌ فَالْمُرْسَلُ مِنَ الصَّحَابِيِّ مَحْمُوْلٌ عَلَى السَّمَاعِ وَمِنَ الْقَرْنِ الثَّانِيْ وَالثَّالِثِ عَلٰى أَنَّهُ وَضَحَ الْأَمْرُ وَاسْتَبَانَ لَهُ الْإِسْنَادُ وَهُوَ فَوْقَ الْمُسْنَدِ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَتَّضِحْ لَهُ الْأَمْرُ نَسَبَهُ إِلٰى مَنْ سَمِعَهُ مِنْهُ لِيَحْمِلَهُ مَا تَحَمَّلَ عَنْهُ لٰكِنْ هٰذَا ضَرْبُ مَزِيَّةٍ يَثْبُتُ بِالْاِجْتِهَادِ فَلَمْ يَجُزِ النَّسْخُ بِمِثْلِهِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔نیز مرسل و مسند کی تعریف کر کے واضح کریں کہ مرسل و منقطع میں کیا فرق ہے۔مرسل کی اقسام ثلثہ کی وضاحت کریں مرسل کے مقبول و غیر مقبول ہونے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جو اختلاف ہے اسے بھی قلم بند کریں لکن ہذا الخ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔پس ہم کہیں گے کہ سنت کی دو قسمیں ہیں مرسل اور مسند پس صحابی کی حدیث مرسل سماع پر محمول ہے اور تابعی اور تبع تابعی کی حدیث مرسل اس بات پر محمول ہوگی کہ اس کیلئے معاملہ واضح ہوگیا اور اس کیلئے مسند ظاہر ہوگئی اور حدیث مرسل مسند سے فائق ہے اسلئے کہ جس شخص کیلئے حدیث مروی کا معاملہ واضح نہیں ہوا اس نے اس حدیث کو اس شخص کی طرف منسوب کردیا جس سے اس نے اس حدیث کو سنا ہے تاکہ راوی ثانی راوی اول کے سر اس چیز کا بوجھ ڈال دے جس کو راوی ثانی نے راوی اول سے اٹھایا ہے لیکن زیادتی کی یہ قسم اجتہاد سے ثابت ہوتی ہے لہٰذا اس کے مثل سے نسخ جائز نہ ہوگا۔

مسند کی تعریف:۔۔۔المسند وھو خلاف المرسل بان یقول الراوی حدثنا فلان عن فلان عن رسول اللہ ﷺ۔۔۔والتعریف الآخر ألمسند المرفوع المتصل۔

مرسل کی تعریف:۔۔۔والمرسل وھو ان یترک الراوی الوسائط التی بینہ وبین النبی ﷺ ویقول قال النبی ﷺ کذا۔

تنبیہ:۔۔۔الفرق بین المرسل والمنقطع:۔۔۔الفرق بین المرسل والمنقطع فی اصطلاح المحدثین، ھم یقولون ان کان السقوط من آخر السندفان کا ن بعد التابعی فالحدیث مرسل۔وإن کان الساقط من أثناء الإسنا د فإن کان الساقط اثنین متوالیاً یسمی مُعْضَلاًوإن کان واحدا او أکثر من غیر موضع واحد یُسَمّیٰ منقطعا۔ أما عند الفقھاء والاصولیین فھم یُطلقون الإرسال علی جمیع ھذہ الاقسام ویسمونہ مرسلا فلا فرق بینھما عندھم۔

مرسل کی قسمیں:۔۔۔(۱) صحابی کی مرسل حدیث یہ بالاجماع مقبول ہے اور سماع پر محمول ہوگی (انھوں نے پیغمبر علیہ السلام سے براہ راست سنا ہوگا (۱) دوسری قسم مرسل کی یہ ہے کہ تابعی نے ارسال کیا ہو یعنی تابعی نے صحابی کا ذکر نہ کیا اور قال رسول اللہ ﷺ کہہ دیا ہو۔ (۳) تیسری قسم یہ ہے کہ تبع تابعی نے ارسال کیا ہو اور تابعی اور صحابی دونوں کا ذکر نہ کیا ہو یا کسی ایک کا ذکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نہ کیا ہو اور قال رسول اللہ ﷺ کہہ دیا ہو مرسل کی دوسری اور تیسری قسم علمائے احناف امام مالک اور اکثر متکلمین کے نزدیک مقبول ہے اور احکام کے سلسلہ میں حجت ہے اور یہی ایک روایت امام احمد کی بھی ہے۔ اصحاب ظواہر اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرسل کی دوسری قسم اور تیسری قسم غیر مقبول ہے ہاں اگر کسی حجت قطعیہ یا قیاس صحیح سے اس کی تائید ہوگئی ہو یا امت مسلمہ کی طرف سے اس مرسل کو قبولیت عام حاصل ہو یا مرسل کی حالت سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ ہی سے روایت کرتا ہے تو اس کی حدیث مرسل حجت اور مقبول ہوگی۔ علماء احناف اور امام مالک وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسری اور تیسری قسم میں مرسِل کو چوں کہ اس حدیث کے ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے بلکہ اس کی صحت کا پورا پورا یقین ہے اس اعتماد کیوجہ سے راوی (مرسِل) نے اپنے سے اوپر کے راوی کو حذف کر دیا ہے اور جب ایسا ہے تو حدیث مرسل کے مقبول ہونے میں کیا شبہ ہے؟ مصنف کہتے ہیں کہ مرسل تو مسند سے بھی فائق ہے اور مسند و مرسل میں تعارض کے وقت مرسل کو ترجیح ہوگی کیوں کہ حدیث مسند میں حدیث کی صحت اور اسکا ثبوت راوی پر واضح نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنے سر کا بوجھ دوسرے پر ڈال دیتا ہے اور حدیث کو اس کی طرف منسوب کر دیتا ہے گویا کہ حدیث مسند میں راوی کو اس کی صحت پر مکمل اعتماد نہیں ہوتا اور جب راوی کو حدیث کی صحت اور ثبوت پر مکمل اعتماد ہوتا ہے تو وہ اسے دوسرے کے سر ڈالنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اپنی طرف منسوب کر کے روایت کرتا ہے تو ارسال تو اور قوت کی دلیل ہے نہ کہ ضعف کی لہٰذا مرسل راجح ہوگا۔

لکن ھذا۔۔۔ یہ عبارت ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حدیث مرسل قوت میں حدیث مسند سے فائق ہوتی ہے اور تعارض کے وقت مرسل کو ترجیح ہوگی بات جب ایسی ہے تو جس طرح حدیث مسند سے نسخ جائز ہوتا ہے مرسَل سے بھی نسخ جائز ہونا چاہیے بلکہ بدرجہٴ اولیٰ جائز ہونا چاہیے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہیکہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن یہاں ایک فرق ہے وہ یہ ہیکہ مسند کی قوت نص سے ثابت ہوتی ہے اسلئے مسند سے نسخ جائز ہے برخلاف مرسل کے کہ اس کی قوت اجتہاد و درائے ثابت ہوتی ہے اسلئے اس سے نسخ جائز نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۶۵)

وَالْمَشْهُوْرُ وَهُوَ مَاكَانَ مِنَ الْآحَادِ فِيْ الْأَصْلِ ثُمَّ انْتَشَرَ فَصَارَ يَنْقُلُهُ قَوْمٌ لَايُتَوَهَّمُ تَوَاطُؤُهُمْ عَلَى الْكِذْبِ وَهُمْ أَهْلُ الْقَرْنِ الثَّانِيْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَأُولَئِكَ قَوْمٌ ثِقَاةٌ أَئِمَّةٌ لَا يُتَّهَمُوْنَ فَصَارَ بِشَهَادَتِهِمْ وَتَصْدِيْقِهِمْ بِمَنْزِلَةِ الْمُتَوَاتِرِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ متواتر کی تعریف کرنے کے بعد متواتر و مشہور میں فرق بیان کرتے ہوئے عبارت کی وضاحت کریں۔ علماء احناف کے درمیان مشہور کے متواتر کے اقسام ہونے یا نہ ہونے میں اگر اختلاف ہو تو اس کو تحریر کریں؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور خبر مشہور وہ ہے جو اصل (قرن صحابہ) میں آحاد میں سے ہو پھر منتشر ہوگئی اس کو ایسی قوم نقل کرنے لگی جن کا اتفاق علی الکذب متوہم نہ ہو اور وہ ناقل، قرن صحابہ اور ان کے بعد کے لوگ ہیں اور وہ لوگ ثقہ ہیں ائمہ حدیث ہیں غیر مہتم بالکذب ہیں، پس یہ خبر مشہور ان کی شہادت اور تصدیق کی وجہ سے متواتر کے رتبہ میں ہوگئی۔

خبر مشہور اور متواتر کی تعریف:۔۔۔ المتواتر مایرویه قوم لایحصی عددهم۔۔۔ والمشهور هوماكان من الآحاد فی الاصل ثم انتشر فصار ینقله قوم لایتوهم تواطؤهم علی الكذب۔

متواتر اور مشہور میں فرق:۔۔۔خبر متواتر اور مشہور کے درمیان (۱) پہلا فرق یہ ہے کہ خبر متواتر کے راوی ہر زمانہ میں اتنے کثیر ہونے چاہئیں کہ جھوٹ پر اتفاق عقلاً محال ہو۔ جب کہ خبر مشہور اصل میں خبر واحد ہوتی ہے بعد میں اس کے راوی کثیر ہوجاتے ہیں یہ دونوں کے درمیان فرق ہوا۔ (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ متواتر مفید یقین ہوتا ہے جب کہ مشہور مفید یقین نہیں بلکہ مفید طمانینت ہوتا ہے یہ ظن غالب سے اوپر درجہ کی چیز ہے۔ (۳) تیسرا فرق ان لوگوں کی رائے کے مطابق جو اس کو متواتر کی قسم مانتے ہیں یہ ہے کہ متواتر علم یقینی بدیہی کا فائدہ دیتی ہے جبکہ مشہور علم یقینی استدلالی کا فائدہ دیتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

علماء احناف کا مشہور کے متواتر کے اقسام میں سے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف کی وضاحت:۔

اس باب میں احناف کے دوگروہ ہیں (۱) پہلی طرف امام ابوبکر جصاص رازی ہیں جن کا کہنا ہے کہ مشہور متواتر ہی کی ایک قسم ہے (عہد صحابہ سے لیکر آخری زمانہ تک اگر ہر زمانہ میں ہی راویوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقلاً ناممکن ہو تو وہ متواتر ہے) اور اگر عہد صحابہ میں وہ خبر واحد ہو۔ اسکے روایت کرنے والے دو یا دو سے زیادہ ہوں لیکن عہد صحابہ کے بعد کثیر تعداد میں لوگوں نے اس کو روایت کیا ہو کہ عقلاً کذب پر اتفاق ممکن نہ ہو تو وہ مشہور ہے جب متواتر ہی کی ایک قسم مشہور بھی ہے تو جس طرح متواتر مفید یقین ہوتا ہے اسی طرح خبر مشہور بھی مفید یقین ہوگا لیکن اتنا فرق ہے کہ متواتر علم یقینی بدیہی کا فائدہ دیتی ہے جب کہ مشہور علم یقینی استدلالی کا فائدہ دیتی ہے جب مشہور متواتر کی قسم ٹھہری تو جس طرح متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے اسی طرح مشہور کا منکر کافر ہو جائے گا دوسری طرف حضرت عیسیٰ بن ابان ہیں جو فرماتے ہیں کہ خبر مشہور متواتر کی قسم نہیں بلکہ خبر واحد سے بڑھ کر اور خبر متواتر سے کمتر ایک قسم ہے لہٰذا وہ نہ تو متواتر کی طرح مفید یقین ہوگی اور نہ خبر واحد کی طرح مفید ظن بلکہ یہ علم طمانینت کا فائدہ دیگی جو یقین سے کم اور ظن سے اوپر درجہ کی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے منکر کو کافر نہیں کہیں گے بلکہ زیادہ سے زیادہ ضال اور گمراہ کہیں گے، مصنف فرماتے ہیں ہمارے نزدیک عیسیٰ بن ابان کی بات زیادہ صحیح ہے کیوں کہ تابعین اور تبع تابعین کی شہادت کیوجہ سے خبر مشہور عمل کیلئے حجت ہوگئی لہٰذا جس طرح خبر متواتر سے ثابت شدہ حکم پر عمل ضروری ہے اسی طرح خبر مشہور سے ثابت شدہ حکم پر بھی عمل واجب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (٦٦)

وَخَبَرُ الْوَاحِدِ وَهُوَ الَّذِیْ يَرْوِيْهِ الْوَاحِدُ أَوْ اثْنَانِ فَصَاعِدًا بَعْدَ أَنْ يَكُوْنَ دُوْنَ الْمَشْهُوْرِ وَالْمُتَوَاتِرِ وَ حُكْمُهُ إِذَا وَرَدَ غَيْرَ مُخَالِفٍ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ فِیْ حَادِثَةٍ لَا تَعُمُّ بِهَا الْبَلْوٰی وَلَمْ يَظْهَرْ مِنَ الصَّحَابَةِ اخْتِلَافٌ فِيْهَا وَتَرْكُ الْمُحَاجَّةِ بِهِ أَنَّهُ يُوْجِبُ الْعَمَلَ بِشُرُوْطٍ تُرَاعٰی فِی الْمُخْبِرِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔مطلب لکھتے ہوئے مندرجہ بالا عبارت کی مع فوائد وقیود وضاحت کیجئے اور خبر مشہور اور متواتر کی جامع مانع تعریف بھی کیجئے؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور (تیسری قسم) خبر واحد ہے اور خبر واحد وہ ہے جس کو ایک یا دو یا دو سے زائد آدمی روایت کریں بعد اس کے کہ ان کی مقدار مشہور اور متواتر سے کم ہو اور خبر واحد کا حکم یہ ہے کہ جب وہ ایسے حادثہ میں جس میں عموم بلوی نہ ہو اور صحابہ کی طرف سے اس حادثہ میں اختلاف نہ ہو اور اس خبر واحد سے حجت پکڑنا متروک نہ ہو اس حال میں وارد ہو کہ وہ کتاب اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ تو وہ خبر واحد چند ایسی شرطوں کے ساتھ عمل واجب کرتی ہے جو مخبر میں ملحوظ ہوتی ہیں۔

تشریح:۔۔۔مسند کی تیسری قسم کو بیان فرماتے ہیں جو کہ خبر واحد ہے خبر واحد کی تعریف مصنف نے یہ بیان کی ہے خبر واحد وہ ہے جس کو ایک یا دو یا اس سے زائد آدمی روایت کریں بشرطیکہ ان دونوں کی کثرت خبر مشہور اور متواتر کی کثرت کو نہ پہنچی ہو حاصل یہ کہ خبر واحد میں رواۃ کی تعداد متعین نہیں ہوتی البتہ اتنی بات ضرور ہوتی ہے کہ ان کی تعداد خبر مشہور اور متواتر کے رواۃ کی تعداد کو نہ پہنچی ہو۔تعریف کے فوائد قیود الواحد کی قید لگا کر مصنف جبائی معتزلی پر رد کر رہے ہیں کیوں کہ وہ خبر واحد میں عدد کی شرط لگاتے ہیں اور اثنان کی قید لگا کر ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو چار کی شرط لگاتے ہیں اور ان یکون دون الخ سے مشہور اور متواتر کو نکالنا مقصود ہے۔یہ تعریف کے فوائد قیود ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

خبر واحد کا حکم:۔۔۔خبر واحد کا حکم یہ ہے کہ اس پر آٹھ شرطوں کے ساتھ عمل واجب ہے چار شرطوں کا تعلق نفس خبر سے ہے اور چار شرطوں کا تعلق مُخبر سے ہے۔

شرائط اربعہ فی نفس الخبر کا بیان:۔۔۔(۱) وہ خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو لہٰذا اگر کوئی خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف ہو اور اس کی صحیح تاویل ممکن نہ ہو تو اس خبر واحد کو بالاتفاق رد کر دیا جائے گا کیوں کہ نص کتاب قطعی ہے اور خبر واحد ظنی ہے اور قطعی ظنی میں تعارض کے وقت ظنی متروک ہوتا ہے۔

خبر متواتر کی تعریف:۔۔۔خبر جماعۃٍ یفید العلم بنفسہ الیقین، المتواتر ما یرویہ قوم لا یحصی عددھم ولا یتوھم ھم تواطؤھم علی الکذب لکثرتھم وعدالتھم وتباین أما کنھم ویدوم ھذا الحدُّ إلی ان یتصل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خبر مشہور کی تعریف:۔۔۔والمشھور وھو ما کان من الآحاد فی الأصل ثم انتشر فصار ینقلہ قوم لا یتوھم تواطؤھم علی الکذب۔

حسامی ص (۷۲)

وَحُکْمُ الْمُعَارَضَۃِ بَیْنَ الْاٰیَتَیْنِ اَلْمَصِیْرُ إِلَی السُّنَّۃِ وَبَیْنَ السُّنَّتَیْنِ اَلْمَصِیْرُ إِلَی الْقِیَاسِ وَأَقْوَالِ الصَّحَابَۃِ عَلَی التَّرْتِیْبِ فِی الْحُجَجِ إِنْ أَمْکَنَ لِأَنَّ التَّعَارُضَ لَمَّا ثَبَتَ بَیْنَ الْحُجَّتَیْنِ تَسَاقَطَا لِإِنْدِفَاعِ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا بِالْأُخْرٰی فَیَجِبُ الْمَصِیْرُ إِلٰی مَابَعْدَ ھُمَا مِنَ الْحُجَّۃِ وَعِنْدَ تَعَذُّرِ الْمَصِیْرِ إِلَیْہِ یَجِبُ تَقْرِیْرُ الْأُصُوْلِ کَمَا فِیْ سُؤْرِ الْحِمَارِ۔

عبارت لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی مکمل وضاحت کرتے ہوئے معارضہ کی اصلاحی تعریف کیجئے۔ نیز معارضہ بین الآیتین اور معارضہ بین القیاس کا حکم تحریر کیجئے۔ ہر ایک کی مثال بھی تحریر کیجئے اور تقریر الاصول کی تشریح کرتے ہوئے کمافی سور الحمار کو سمجھائیے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور دو آیتوں کے درمیان معارضہ کا حکم سنت کی طرف رجوع کرنا ہے اور دو سنتوں کے درمیان (معارضہ کا حکم) قیاس اور اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے اسی ترتیب پر جو حجتوں میں ثابت ہے اگر ممکن ہو اسلئے کہ تعارض جب دو حجتوں کے درمیان ثابت ہو گیا تو دونوں حجتیں ساقط ہو جائیں گی کیوں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسری حجت کی وجہ سے دفع ہو جاتی ہے پس ان دونوں کے مابعد دوسری حجت کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا اور اس کی طرف رجوع کے تعذر کے وقت اصول کو ثابت کرنا واجب ہوگا جیسا کہ سور حمار میں۔

معارضہ کی تعریف:۔۔۔ تقابل الحجتین المتساویین بوجه لا یمکن الجمع بینهما بوجه من الوجوه۔

تشریح:۔۔۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر دو آیتوں میں تعارض واقع ہو جائے اور دونوں آیتوں کے نزول کی تاریخ معلوم نہ ہو تو سنت کی طرف رجوع کیا جائیگا مثال کے طور پر باری تعالیٰ کا ارشاد "فاقرؤوا ماتیسر من القرآن" اور دوسری آیت "وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا" یہ دو آیتیں نماز میں قرأت کے سلسلہ میں ہیں پہلی آیت کا عموم مقتدی پر قرأت واجب کرتا ہے جب کہ دوسری آیت سے مقتدی کے قرأت کی نفی ہوتی ہے کیوں کہ یہاں خاموش رہنے اور بغور سننے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ چیز بغیر قرأت کے ممکن نہیں اور دونوں آیتوں کی نزول کی تاریخ معلوم نہیں کہ کون مقدم ہے اور کون مؤخر ہے لہٰذا دونوں ساقط ہو جائیں گی اور سنت کی طرف رجوع کیا جائیگا اور حدیث پاک یہ ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت جو مسلم میں ہے: "وإذا قرئ فأنصتوا" دوسری روایت ہے: "إنما جعل الامام ليؤتَمَّ به فاذا كبر فكبروا وإذا قرأ فأنصتوا"، تیسری روایت ہے: "من كان له امام فقراءة الامام قراءة له"، ان تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقتدی پر قرأت نہیں ہے لہٰذا اب مقتدی کیلئے قرأت کرنا جائز نہ ہوگا۔

سنتوں میں تعارض کی مثال:۔۔۔ اگر دو سنتوں میں تعارض ہو جائے تو قیاس اور اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا جائیگا یعنی سنتوں میں تعارض کے وقت پہلے قیاس کی طرف پھر اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا جائیگا ایک قول یہ ہے کہ غیر مدرک بالقیاس چیزوں میں اقوال صحابہ مقدم ہوگا اور مدرک بالقیاس میں قیاس مقدم ہوگا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

العاصؓ کی روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے صلاۃ کسوف پڑھی اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کئے اور دوسری روایت ابوداؤد میں ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف پڑھی اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا تو قیاس کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہیں گے کہ جس طرح دوسری نمازوں میں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں اسی طرح صلوٰۃ کسوف میں بھی ہوگا ہم نے یہاں قیاس پر عمل کیا لیکن یہ رجوع اسی وقت ہوگا جب کہ رجوع ممکن ہو اگر رجوع ممکن نہ ہو تو رجوع جائز نہ ہوگا۔

قولہ: لأن التعارض:۔۔۔ حکم معارضہ کی دلیل اس عبارت میں بیان کی گئی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ جب دو حجتوں میں تعارض ہو گیا تو وہ دونوں ساقط ہو جائیں گی کیوں کہ تعارض کی بناء پر دونوں دلیلیں ایک دوسرے کو دفع کرتی ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک دوسرے حجت کے دفع کرنے سے دفع ہو جائے گی اور ان کے علاوہ کسی تیسری دلیل کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا۔اور اگر کوئی جگہ ایسی آجائے جہاں تیسری دلیل کی طرف رجوع متعذر ہو جائے بایں طور کہ دو سنتیں بھی متعارض ہوں اور اقوال صحابہ اور قیاس بھی متعارض ہوں اور اس کے علاوہ کوئی دلیل موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ہر شئے کو اس کی اصل پر باقی رکھا جائیگا (اس دلیل کے آنے سے پہلے اس چیز کا جو حکم تھا اس کو برقرار رکھا جائیگا۔اسی کا نام تقریر الاصول ہے جو مصنف نے بیان کیا ہے اور اس کی مثال سؤر حمار ہے کیوں کہ سؤر حمار کے بارے میں روایتیں متعارض ہیں ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سؤر حمار کے بارے میں پوچھا گیا کیا اس وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں معلوم ہوا کہ سؤر حمار پاک ہے۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتوں گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ نجس ہے جب روایتیں متعارض ہو گئیں تو ہم نے اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا وہ بھی متعارض ہیں اس طرح کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ سؤر حمار نجس ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سؤر حمار پاک ہے پھر ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا وہ بھی متعارض ہیں کیوں کہ اگر ہم سؤر حمار کو اس کے پسینہ پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قیاس کرتے ہیں تو اسکا تقاضہ پاک ہونے کا ہے اور اگر اس کے دودھ پر قیاس کرتے ہیں تو سؤر حمار ناپاک ہونا چاہئے کیوں کہ گدھی کا دودھ ناپاک ہے اور اگر ہم سؤر حمار کو سؤر کلب پر قیاس کریں یہ بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ حمار میں ضرورت متحقق ہے کلب میں نہیں اور سؤر ہرہ پر قیاس کرنا بھی ممکن نہیں کیوں کہ ہرہ کے اندر حمار کی بنسبت ضرورت زیادہ ہے لہٰذا جب آخری دلیل قیاس بھی متعارض ہوگئے تو اب سؤر حمار کو اس کی اصل پر (شریعت کے ورود سے پہلے اس کا جو حکم تھا) باقی رکھا جائیگا اسی کا نام تقریر اصول ہے۔

دو قیاس میں تعارض کا حکم:۔۔۔اگر دو قیاس میں تعارض ہوجائے تو وہ تعارض کیوجہ سے ساقط نہ ہوں گے بلکہ مجتہد کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ جس قیاس پر چاہے عمل کرے کیوں کہ قیاس آخری دلیل ہے اس کے بعد کوئی دلیل نہیں البتہ استصحاب حال باقی رہ جاتا ہے لیکن وہ ہمارے نزدیک حجت نہیں اسلئے تعارض کی وجہ سے دو قیاس ساقط نہ ہوں گے۔

حسامی ص (۷۴)

وَ الأَصْلُ فِيْ ذٰلِکَ أَنَّ النَّفْيَ مَتٰى كَانَ مِنْ جِنْسِ مَا يُعْرَفُ بِدَلِيْلِهٖ أَوْ كَانَ مِمَّا يَشْتَبِهُ حَالُهٗ لٰكِنْ عُرِفَ أَنَّ الرَّاوِيَ اعْتَمَدَ عَلٰى دَلِيْلِ الْمَعْرِفَةِ كَانَ مِثْلَ الْإِثْبَاتِ وَ إِلَّا فَلَا فَالنَّفْيُ فِيْ حَدِيْثِ بَرِيْرَةَ مِمَّا لَا يُعْرَفُ إِلَّا بِظَاهِرِ الْحَالِ فَلَمْ يُعَارِضِ الْإِثْبَاتَ وَ فِيْ حَدِيْثِ مَيْمُوْنَةَ مِمَّا يُعْرَفُ بِدَلِيْلِهٖ وَ هُوَ هَيْأَةُ الْمُحْرِمِ فَوَقَعَتِ الْمُعَارَضَةُ۔

عبارت مع اعراب لکھ کر ترجمہ کریں، مذکورہ قاعدہ کی وضاحت کرکے مثالیں ذکر کریں، معارضہ، شرائط معارضہ، خبر نافی اور خبر مثبت کی تعریف کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ نفی جب اس چیز کی جنس سے ہو جس کو اس کی دلیل سے پہچانا جاتا ہے یا اس میں سے ہو جس کا حال مشتبہ ہوتا ہے لیکن معلوم ہو کہ راوی نے دلیل معرفت پر اعتماد کیا ہے تو نفی اثبات کے مثل ہوگی ورنہ تو نہیں پس نفی حدیث بریرہ میں ان چیزوں میں سے ہے جس کو صرف ظاہر حال سے پہچانا جاتا ہے لہٰذا یہ نفی اثبات کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

معارض نہ ہوگی اور حدیث میمونہ میں نفی ان چیزوں میں سے ہے جس کو اس کی دلیل سے پہچانا جاتا ہے اور وہ دلیل محرم کی حالت ہے پس معارضۃ واقع ہوگیا۔

قاعدہ کی وضاحت مع مثال:۔۔۔حاصل یہ ہے کہ خبر نفی اور اثبات میں تعارض ہو جائے تو احناف کا اس میں اختلاف ہے ایک جماعت (شیخ ابوالحسن) دونوں کے درمیان حقیقی تعارض کے قائل نہیں ہے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ اس ظاہری تعارض کی صورت میں اثبات نفی پر مقدم ہوگا جب کہ دوسری جماعت (عیسیٰ بن ابان) حقیقی تعارض کے قائل ہیں، متقدمین احناف کا عمل بھی مختلف ہے کبھی مثبت پر کبھی نافی پر لہٰذا کسی قاعدہ کلیہ کی ضرورت ہوئی جس کی روشنی میں مثبت یا نافی پر عمل کرنے کو متعین کیا جاسکے جس کو مصنف نے اس عبارت میں بیان کیا ہے۔

نفی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) نفی کی بنیاد کوئی دلیل ہو (نفی کی بنیاد کسی دلیل پر ہو استصحاب پر نہ ہو)۔

(۲) نفی کی بنیاد کوئی دلیل نہ ہو (نفی کی بنیاد کسی دلیل پر نہ ہو بلکہ استصحاب پر ہو)۔

(۳) نفی کا حال مشتبہ ہو (یہ بھی ممکن ہو کہ اس کی بنیاد کسی دلیل پر ہے اور یہ بھی ممکن ہو کہ اس کی بنیاد استصحاب پر ہے)۔

لہٰذا اگر نفی کسی دلیل کی بنیاد پر ہو تو قوت میں اثبات کے مثل ہوگا اور ان میں تعارض ہوگا اور دفع تعارض کیلئے و ہ ترجیح کی ضرورت ہوگی۔لیکن اگر نفی کسی دلیل پر مبنی نہ ہو تو چونکہ وہ اثبات کے مقابلہ میں ضعیف ہے اور اس کے مثل نہیں ہے لہٰذا دونوں میں تعارض نہیں ہوگا کیوں کہ تعارض دو مساوی چیزوں میں ہی ہوسکتا ہے نہ کہ قوی اور ضعیف میں۔اور تیسری صورت یعنی جب نفی کا حال مشتبہ ہو تو مخبر کی حالت پر غور وخوض کر کے فیصلہ کیا جائے گا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نفی مبنی بر دلیل ہے تو تعارض ہوگا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نفی مبنی بر استصحاب ہے تو تعارض نہیں ہوگا۔

مثال:۔۔۔اسکی مثال حدیث بریرہؓ اور حدیث میمونہؓ ہیکہ حدیث بریرہ میں نفی مبنی بر استصحاب ہے لہٰذا تعارض نہیں ہوگا اور اثبات کو مقدم کیا جائے گا اور حدیث میمونہ میں نفی کی بنیاد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دلیل ہے لہٰذا معارضہ ہوگا اور وجوہ ترجیح کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا۔ دونوں مثالوں کی توضیح یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو آزاد کردیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیار عتق دیا تھا اب اختلاف یہ ہے کہ انکے شوہر حضرت مغیث ان کی آزادی کے وقت آزاد ہو چکے تھے یا غلام تھے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد ہو چکے تھے جب کی دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ وہ غلام ہی تھے اب بظاہر مثبت و نافی میں تعارض ہو رہا ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ غلامی کی خبر دینے والے (حریت طاریہ کی نفی کرنے والے راوی کے نفی کی بنیاد استصحاب پر ہے کسی دلیل پر نہیں کہ وہ پہلے غلام تھے تو حضرت بریرہؓ کی آزادی کے وقت بھی غلام ہی تھے جب کہ آزادی کی خبر دینے والے راوی کی خبر (حریت) کی بنیاد دلیل ہے لہٰذا یہاں مثبت و نافی میں تعارض نہیں ہوگا اور اثبات حریت والی کو خبر مقدم کیا جائے گا اور منکوحہ معتقہ کو خیار عتق ملے گا خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ اور حدیث میمونہ میں تعارض ہوگا کیوں کہ نفی دلیل کی بنیاد پر ہے۔

حدیث میمونہؓ کی نفی جو بروایت ابن عباس مروی ہے اس اثبات کے معارض ہے جو یزید ابن اصم کی روایت میں ہے، ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح احرام کی حالت میں کیا ہے یہ روایت حلت طاری کے لئے نافی ہے اور یہ نفی مبنی بر دلیل ہے وہ اس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت محرمین کی طرح تھی (یعنی سلے کپڑے نہ پہنے ہوئے ہونا، ناخن نہ کتروانا، بال وغیرہ نہ کتروانا) جب یہ روایت حلت طاری کیلئے نافی ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے محرم ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہے اور حضرت یزید بن اصم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے وقت محرم نہیں تھے بلکہ حلال تھے یہ بھی مبنی بر دلیل ہے لہٰذا تعارض ہوا اور وجہ ترجیح کی ضرورت ہوگی چنانچہ حنفیہ نے ابن عباس کی روایت کو ترجیح دیکر اس پر عمل کیا ہے کیونکہ ابن عباس ضبط و اتقان میں یزید ابن اصم سے بدرجہا فائق ہیں اسی لئے اس پر عمل کرنے کو احناف نے اولیٰ قرار دیا ہے۔

تعریفات:۔۔۔ ”المعارضة“ تقابل الحجتين المتساويين على وجهٍ لا يمكن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجمع بینهما بوجه من الوجوہ۔ (معارضہ نام ہے دو برابر کی دلیلوں کا اس طور پر مقابل ہونا کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن نہ ہو)

شرائط معارضہ:۔۔۔معارضہ کے تحقق کیلئے ۸ شرطیں ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں	وحدت موضوع ومحمول ومکاں
وحدت شرط واضافت جزوکل	قوت وفعل است در آخر زماں

خبر مثبت اور نافی کی تعریف:۔۔۔الخبر المثبت ما یثبت امرا زائدا لم یکن ثابتا فی ما مضی (خبر مثبت وہ خبر ہے جو اس امر زائد کو ثابت کرے جو ماضی میں ثابت نہیں تھا)۔

والخبر النافی ما ینفی امرا زائدا ویبقیه علی الاصل۔ (خبر نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ اس امر زائد کی نفی کرے اور اس کو اصل پر باقی رکھے۔

حسامی ص (۷۸)

وَأَمَّا بَيَانُ الضَّرُوْرَةِ فَهُوَ نَوْعُ بَيَانٍ يَقَعُ بِغَيْرِ مَاوُضِعَ لَهُ وَهٰذَا عَلٰى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ مِنْهُ مَاهُوَ فِيْ حُكْمِ الْمَنْطُوْقِ بِهِ نَحْوَ قَوْلِهِ تَعَالٰى: "وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ" صَدْرُ الْكَلَامِ أَوْجَبَ الشِّرْكَةَ ثُمَّ تَخْصِيْصُ الْأُمِّ بِالثُّلُثِ دَلَّ عَلٰى أَنَّ الْأَبَ يَسْتَحِقُّ الْبَاقِيَ فَصَارَ بَيَانًا لِصَدْرِ الْكَلَامِ لَا بِمَحْضِ السُّكُوْتِ۔

عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ ومفہوم تحریر کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور بہرحال بیان ضرورت سو وہ بیان کی ایک نوع ہے اس چیز کے ساتھ واقع ہوتا ہے جس کیلئے اس کو وضع نہیں کیا گیا ہے اور اس کی چار قسمیں ہیں اس میں ایک وہ جو منطوق بہ کے معنی میں ہو جیسے باری تعالیٰ کا قول "ورثہ ابواہ فلامہ الثلث"۔صدر کلام نے شرکت کو واجب کیا پھر ام کی ثلث کے ساتھ تخصیص نے اس بات پر دلالت کی کہ باپ باقی کا مستحق ہے پس یہ صدر کلام کا بیان ہوگا نہ کہ محض سکوت کا۔

تشریح:۔۔۔بیان کی چند قسموں میں سے ایک بیان ضرورت ہے بیان ضرورت سکوت کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ساتھ واقع ہوتا ہے جب کہ سکوت بیان کیلئے موضوع نہیں ہے بلکہ بیان کیلئے نطق (بولنے) کو وضع کیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ بیان ضرورت سکوت سے حاصل ہوتا ہے جب کہ سکوت بیان کیلئے موضوع نہیں ہے اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) قسم منطوق بہ کے حکم میں ہوتی ہے (اگر چہ وہ بیان سکوت سے حاصل ہوا ہے لیکن وہ ایسا ہی ہے گویا کہ وہ نطق سے حاصل ہوا ہو یعنی دونوں کا حکم ایک ہے اس کی مثال باری تعالی کا ارشاد ہے وورثہ ابواہ الخ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وراثت میں ماں اور باپ دونوں شریک ہیں لیکن بعد میں شریعت نے ماں کا حصہ سدس تو بیان کر دیا لیکن باپ کے حصہ کی کوئی مقدار بیان نہیں کی بلکہ سکوت کیا یہ سکوت ہی اس بات کا بیان ہے کہ ماں کو ثلث دینے کے بعد جو رہ جائے وہ باپ کا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں وارث بنیں گے یہ تو شروع آیت سے معلوم ہوا اور باپ کے حصہ کی مقدار سکوت سے معلوم ہوئی تو یہ بیان منطوق سے نہیں بلکہ سکوت سے حاصل ہوا ہے اسے بیان ضرورت کہیں گے۔

حسامی ص (۸۰)

أَلتَّبْدِيْلُ هُوَ النَّسْخُ وَالنَّسْخُ فِيْ حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ بَيَانٌ لِمُدَّةِ الْحُكْمِ الْمُطْلَقِ الَّذِيْ مَعْلُوْماً عِنْدَاللهِ تَعَالٰى إِلَّاأَنَّهُ تَعَالٰى أَطْلَقَهُ فَصَارَ ظَاهِرُهُ الْبَقَاءَ فِيْ حَقِّ الْبَشَرِ فَكَانَ تَبْدِيْلاً فِيْ حَقِّنَا بَيَاناً مَحْضاً فِيْ حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ وَهُوَ كَالْقَتْلِ فَإِنَّهُ بَيَانٌ مَحْضٌ لِلْأَجَلِ فِيْ حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ تَغْيِيْرٌ وَتَبْدِيْلٌ فِيْ حَقِّ الْقَاتِلِ وَمَحَلُّهُ حُكْمٌ يَكُوْنُ فِيْ نَفْسِهِ مُحْتَمِلاً لِلْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ وَلَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ مَا يُنَافِي النَّسْخَ مِنْ تَوْقِيْتٍ وَتَابِيْدٍ ثَبَتَ نَصّاً أَوْ دَلَالَةً وَالشَّرْطُ أَلتَّمَكُّنُ مِنْ عَقْدِ الْقَلْبِ عِنْدَنَا دُوْنَ التَّمَكُّنِ مِنَ الْفِعْلِ خِلَافاً لِلْمُعْتَزِلَةِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے:۔ نسخ کے لغوی معنی اصطلاحی تعریف اور اس کا محل متعین کریں۔

مصنف کے قول ثبت نصاأو دلالۃ کی مراد مع مثال واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔بہر حال بیان تبدیل تو وہ نسخ ہے اور نسخ صاحب شرع کے حق میں اس حکم مطلق کی مدت کا بیان ہے جو اللہ کے نزدیک معلوم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مطلق چھوڑ دیا پس اسکا ظاہر انسان کے حق میں بقا ہوگا اور نسخ ہمارے حق میں تبدیل اور صاحب شرع کے حق میں بیان محض ہوگا وہ جیسے قتل ہے اسلئے کہ وہ صاحب شرع کے حق میں مدت کیلئے بیان محض ہے (اور) قاتل کے حق میں تغیر اور تبدیل ہے اور نسخ کا محل ایسا حکم ہے جو فی نفسہ وجود اور عدم کو محتمل ہوتا ہے اور اس کو نسخ کا منافی لاحق نہیں ہوتا ہے یعنی توقیت یا تابید جو نصاً ثابت ہو یا دلالۃً ہو۔اور جواز نسخ کی شرط ہمارے نزدیک عقد قلب پر قادر ہونا ہے نہ کہ فعل پر قادر ہونا معتزلہ کا اختلاف ہے۔

نسخ کی تعریف:۔۔۔ألنسخ فی اللغة يطلق على معنيين أحد هما الإزالة والإعدام يقال نسخت الشمس الظلَّ أی أزالته ونسخت الريح الآثار إذا مَحَقَهَا۔وثانيهما النقل وهو تحويل الشي من مكان الى مكان آخر او من حالة الى حالة أخرى يقال نسخت النحلُ العسلَ إذا نقلته من خلية الى خلية آخرى۔وفى الاصطلاح بيانُ انتهاءِ حكمٍ شرعيٍ مطلقٍ عن التابيد والتوقيت بنصٍ متأخرٍ عن مورده۔

نسخ کا محل:۔۔۔نسخ کا محل ایسا حکم ہوتا ہے جو فی نفسہ وجود اور عدم دونوں کا احتمال رکھتا ہو (یہ بھی احتمال ہو کہ وہ مشروع ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ وہ مشروع نہ ہو) دوسری چیز یہ ہے کہ وہ حکم جو منسوخ ہونے کا احتمال رکھتا ہو ایسا ہو جس کو نسخ کے منافی کوئی چیز لاحق نہ ہو۔

نسخ کے منافی تین چیزیں ہیں:۔۔۔(۱) ایک توقیت جو نص سے ثابت ہو چناں چہ اگر کسی حکم کا نص سے موقت ہونا ثابت ہو گیا تو وہ منسوخ نہ ہوگا۔مثال باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وأمسكوهن فى البيوت حتى يتوفهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا“۔(۲) وہ تابید جو نص سے ثابت ہو یعنی اگر کوئی حکم مؤبد ہو تو وہ منسوخ نہ ہوگا۔مثال: ”خالدين فيها أبدا“۔(۳) وہ تابید جو نصاً نہیں بلکہ دلالۃً ہو مثلاً پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد سارے احکام شرع مؤبد ہو گئے کیوں کہ آپ کی زندگی میں تو نسخ کا احتمال تھا آپ کی وفات کے بعد نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یہ دلالۃ ہے۔

تشریح:۔۔۔مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تبدیل نسخ ہی کا نام ہے کیوں کہ قرآن کریم میں "واذا بدلنا آیۃ" میں تبدیل سے مراد نسخ ہی ہے۔نسخ صاحب شرع کے حق میں حکم مطلق کی مدت بیان کرنا ہے (اللہ نے کوئی حکم دیا اور کوئی وقت اور انتہاء بیان نہیں فرمائی بعد میں نسخ کے ذریعہ بتادیا کہ اس حکم کی انتہاء اور مدت یہیں تک ہے اور وہ مدت اللہ کو پہلے سے معلوم تھی۔اور انسان کے حق میں ظاہراً بقا ہے یعنی بندے ظاہر کے اعتبار سے یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ حکم باقی رہے گا چوں کہ مطلق ہے لیکن اس کو بدل دیا گیا لہٰذا بندوں کے حق میں یہ تبدیل ہے۔مثلاً قتل ہے صاحب شرع کے حق میں موت اس وقت واقع ہوتی ہے جو اس کیلئے مقرر تھا اور اللہ کو یہ معلوم تھا البتہ قاتل کے حق میں تغییر ہے کہ اگر وہ قتل نہ کرتا تو وہ زندہ رہتا اسی وجہ سے قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے۔

نسخ کی شرط:۔۔۔جواز نسخ کی شرط میں ہمارا اور معتزلہ کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک نسخ کیلئے فعل مامور بہ کا ادا کرنا یا اتنا وقت ملنا کہ فعل مامور بہ ادا کیا جاسکے یہ ضروری نہیں بلکہ اتنا وقت ملنا کافی ہے کہ بندے اس حکم کا اعتقاد کرسکیں جب کہ معتزلہ کے یہاں اتنا وقت ملنا ضروری ہے کہ فعل مامور بہ کو ادا کیا جاسکے۔اور ہماری تائید میں شب معراج میں پچاس نمازوں کی فرضیت کا ادائیگی سے پہلے منسوخ ہوجانا بھی ہے کہ عمل کا وقت بندوں کو نہ مل سکا البتہ اعتقاد کا وقت مل گیا اور ان نمازوں کو اعتقاد کے بعد اور عمل سے پہلے منسوخ کردیا گیا۔اور جب ہمارے نزدیک نسخ کیلئے اعتقاد کی شرط ہے تو اعتقاد کا وقت پالیا گیا لہٰذا ان نمازوں کی فرضیت کے منسوخ ہونے سے ہم پر کوئی اشکال نہیں آتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۸۲)

وَ لَا خِلَافَ بَيْنَ الْجُمْهُوْرِ أَنَّ الْقِيَاسَ لَا يَصْلُحُ نَاسِخاً وَ كَذٰلِكَ الْإِجْمَاعُ عِنْدَ الْأَكْثَرِ لِأَنَّ الْإِجْمَاعَ عِبَارَةٌ عَنِ اجْتِمَاعِ الْآرَاءِ وَلَا مَدْخَلَ لِلرَّأْيِ فِي مَعْرِفَةِ نِهَايَةِ وَقْتِ الْحُسْنِ وَالْقُبْحِ فِي الشَّيْئِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِنَّمَا يَجُوْزُ النَّسْخُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَجُوْزُ نَسْخُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ۔

عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔اور مفہوم لکھیں۔

الجواب:۔ اور جمہور کے نزدیک اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ قیاس ناسخ نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح اکثر علماء کے نزدیک اجماع اس لئے کہ اجماع نام ہے آراء کے جمع ہونے کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی چیز میں حسن اور قبح کے وقت کی انتہاء کو پہچاننے میں رائے کو دخل نہیں ہے۔اور نسخ جائز ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے اور ان میں سے ایک کا نسخ (بھی) دوسرے کے ذریعہ جائز ہے۔

تشریح:۔۔۔اس عبارت کی توضیح یہ ہے کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قیاس ادلہ اربعہ کیلئے ناسخ نہیں بن سکتا اس لئے کہ نسخ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے ناسخ منسوخ کے مقابلے میں اقوی ہو یا کم از کم اس کے مساوی ہو اور قیاس کتاب وسنت کے مقابلے اضعف ہے لہٰذا وہ ان کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتا دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ نے کتاب وسنت کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے اسی طرح قیاس اجماع کیلئے بھی ناسخ نہیں بن سکتا کیوں کہ اجماع بھی کتاب وسنت کے حکم میں ہے جب کتاب وسنت کا نسخ قیاس سے جائز نہیں تو اجماع کا نسخ بھی قیاس سے جائز نہیں جو ان دونوں کے معنی میں ہے نیز قیاس؛ قیاس کیلئے ناسخ نہیں ہوسکتا کیوں کہ نسخ وہاں ہوتا ہے جہاں تعارض ہو (نسخ تعارض کی فرع ہے) اور یہ بات معلوم ہے کہ دو قیاسوں میں تعارض کے وقت کوئی بھی ساقط نہیں ہوسکتا ہے جب دونوں میں سے کوئی ساقط نہیں ہوتا تو ایک ناسخ اور دوسرا منسوخ بھی نہیں بن سکتا ہے۔اس بات کا دوسرا جزیہ ہے کہ اجماع بھی ادلہ اربعہ میں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کسی کیلئے ناسخ نہیں بن سکتا کیوں کہ اجماع نام ہے آراء کے جمع ہونے اور ناسخ اس بات کو بتاتا ہے کہ منسوخ کے وقت حسن کی انتہاء یہی ہے (ناسخ سے منسوخ کے وقت حسن کو پہچانا جاتا ہے حالانکہ باری تعالیٰ کے یہاں حسن وقبح کے وقت کو پہچاننے میں رائے کا کوئی دخل نہیں، البتہ حضرت عیسیٰ ابن ابانؒ اور بعض معتزلہ اجماع کو کتاب وسنت کیلئے مؤلفۃ القلوب کے مصارف زکوٰۃ میں سے حصہ کی منسوخیت کو دلیل بنا کر نسخ کے قائل ہیں اور اسی طرح اجماع اجماع کیلئے ناسخ ہوسکتا ہے۔ البتہ کتاب وسنت میں سے ہر ایک دوسرے کیلئے ناسخ بن سکتا ہے، لیکن سنت سے کتاب اللہ کے منسوخ ہونے کی شرط سنت کا متواتر یا کم از کم مشہور ہونا ضروری ہے خبر واحد سے کتاب کا نسخ جائز نہیں۔

حسامی ص (۸۴)

وَيَتَّصِلُ بِالسُّنَنِ بَيَانُ طَرِيْقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِيْ إِظْهَارِ أَحْكَامِ الشَّرْعِ بِالْإِجْتِهَادِ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ هٰذَا الْفَصْلِ وَالصَّحِيْحُ عِنْدَنَا أَنَّهُ كَانَ يَعْمَلُ بِالْإِجْتِهَادِ إِذَا انْقَطَعَ طَمْعُهُ عَنِ الْوَحْيِ فِيْمَا ابْتُلِيَ بِهٖ وَكَانَ لَا يُقِرُّ عَلَى الْخَطَاءِ فَإِذَا أَقَرَّ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ كَانَ ذٰلِكَ دَلَالَةً قَاطِعَةً عَلَى الْحُكْمِ بِخِلَافِ مَا يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِهٖ مِنَ الْبَيَانِ بِالرَّأْيِ وَهُوَ نَظِيْرُ الْإِلْهَامِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مطلب بیان کرتے ہوئے "بخلاف ما یکون۔۔ الخ" اور "وھو نظیر الالھام" کی ضرور وضاحت کریں، اجتہاد رسول کے بارے میں علماء کی آراء مدلل لکھ کر مثالوں کے ذریعہ صحیح مذہب کی تائید پیش کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ اور اجتہاد کے ذریعہ احکام شرع کے اظہار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کا بیان سنن کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور اس فصل میں اختلاف کیا گیا ہے اور صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد سے عمل کرتے تھے جب آپ کی امید وحی سے منقطع ہوجاتی اس واقعہ کے ساتھ جس میں آپ مبتلا ہوئے۔ اور آپ خطا پر برقرار نہیں رہتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تھے پس جب آپ کو ان میں سے کسی چیز پر برقرار رکھا جاتا تو یہ حکم پر دلیل قطعی ہوتا اس کے بر خلاف آپ کے علاوہ کا بیان بالرائے ہے اور وہ الہام کی نظیر ہے۔

تشریح:۔۔۔اللہ تعالیٰ نے جو احکام اپنے پیغمبر علیہ السلام پر نازل فرمائے وہ دو طرح سے آئے ہیں وحی ظاہر سے وحی باطن سے، یہاں سے مصنف نے وحی باطن کو بیان فرمایا ہے پیغمبر علیہ السلام جس طرح وحی ظاہری سے احکام بیان فرمائے اسی طرح کبھی وحی باطنی (اجتہاد کے ذریعہ بھی بیان فرماتے اور جس طرح سنن سے احکام شرع کا اظہار ہوتا ہے اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کے اجتہاد سے بھی احکام شرع کا اظہار ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کے ذریعہ بیان کردہ احکام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے متصل ہیں۔

اجتہاد رسول کے بارے میں مذہب کی تفصیل:۔۔۔(۱) حاصل یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام ان احکام میں جن کے بارے میں آپ پر کوئی وحی نہ آئی ہو اجتہاد فرماتے تھے یا نہیں؟ اشعریہ معتزلہ اور متکلمین کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد نہیں فرمایا کرتے تھے۔

دلائل:۔۔۔وماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

وجہ استدلال:۔۔۔یوں ہیکہ پیغمبر علیہ السلام جو بھی فرماتے ہیں وہ وحی ہوتا ہے اور اجتہاد سے ثابت شدہ احکام وحی نہیں ہوتا۔اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد نہیں فرمایا کرتے تھے اور اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وماینطق عن الھوی قرآن کریم کے بارے میں ہے تمام احکام شرع کے بارے میں نہیں فرمایا ہے۔

دوسری طرف اصولیین کا کہنا ہے جیسا کہ یہ بات حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے اور حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور عام محدثین کا مذہب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر موحیٰ الیہ احکام میں اجتہاد فرمایا کرتے تھے مصنف نے ''والصحیح'' سے اپنا مذہب بیان فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان مسائل میں اجتہاد فرمایا کرتے تھے جن کے بارے میں انتظار کے باوجود آپ پر وحی نہ اترتی تھی البتہ آپ کے اور دوسروں کے اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ ہر مجتہد کے اجتہاد میں خطا اور ثواب دونوں کا احتمال رہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں بھی یہ احتمال ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیکن آپ کو غلطی اور خطا پر باقی نہیں رکھا جاتا ہے بلکہ فوراً وحی کے ذریعہ تنبیہ ہوتی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتہاد سے کوئی حکم شرعی بیان فرمایا اور اس کے خلاف وحی نہ اتری تو یہ اس بات کیلئے دلیل قطعی ہے کہ آپ کا بیان کردہ وہ حکم صحیح تھا۔ "بخلاف مایکون" لیکن پیغمبر علیہ السلام کے علاوہ دوسرے مجتہدین اگر اجتہاد ورائے سے کوئی حکم بیان کریں تو دونوں احتمال ہے کہ وہ صواب ہو یا خطا ہو اور یہ معلوم بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ نبی کے علاوہ کسی کو وحی کے ذریعہ اس کے خطا پر متنبہ نہیں کیا جاتا ہے لہٰذا خطا وصواب کا یہ احتمال ہمیشہ باقی رہتا ہے اور ان حضرات کا اجتہاد کسی حکم کے صحیح ہونے پر دلیل قطعی نہیں بن سکتا۔ "وهو نظير الإلهام" اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ الہام ایک ظنی چیز ہے لہٰذا الہام کی بنا پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا لیکن وہی الہام پیغمبر علیہ السلام کے حق میں حجت قاطعہ اور دلیل قطعی ہے اس کے خلاف عمل جائز نہیں اسی طرح آپ کا اجتہاد بھی حجت قاطعہ اور دلیل قطعی ہے اس پر بھی عمل کرنا اور یقین کرنا ضروری ہے اسی لئے مصنف فرماتے ہیں کہ آپ کا اجتہاد آپ کے الہام کی نظیر ہے یعنی دونوں قطعی ہیں برخلاف دوسروں کے الہام اور اجتہاد کے کہ وہ ظنی ہیں خطا اور صواب دونوں کا احتمال رکھتے ہیں لہٰذا انہیں حجت قاطعہ قرار دیکر ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

حسامی ص (٨٦)

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَايُقَلَّدُ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَهٰذَا الْخِلَافُ فِيْ كُلِّ مَا ثَبَتَ عَنْهُمْ مِنْ غَيْرِ اخْتِلَافٍ بَيْنَهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّثْبُتَ أَنَّهُ بَلَغَ غَيْرَ قَائِلِهِ فَسَكَتَ مُسَلِّماً لَهُ وَأَمَّا إِنِ اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ فَالْحَقُّ لَايَعْدُو أَقَاوِيْلَهُمْ وَلَا يَسْقُطُ الْبَعْضُ بِالْبَعْضِ بِالتَّعَارُضِ لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ وَجْهُ الرَّأْيِ لَمَّا لَمْ يَجْرِ الْمُحَاجَّةُ بَيْنَهُمْ بِالْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ فَحَلَّ مَحَلَّ الْقِيَاسِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تقلید صحابی کے بارے میں علماء کے اختلاف کو تحریر کریں عبارت کا مطلب بیان کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی کی تقلید نہیں کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جائیگی اور یہ اختلاف ہر اس چیز میں ہے جو ان سے بغیر آپسی اختلاف کے ثابت ہو۔اور بغیر اس کے ثابت ہو کہ حکم اس کے قائل کے علاوہ کو نہیں پہنچا اس نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا اور اگر انھوں نے کسی حکم میں اختلاف کیا تو حق یہ ہے کہ ان کے قول سے تجاوز نہ کرے اور صحابہ کے اقوال میں سے ایک قول دوسرے قول کی وجہ سے تعارض کیوجہ سے ساقط نہ ہوگا اسلئے کہ رائے کی وجہ متعین ہوگئی جب کہ انھوں نے آپس میں حدیث سے استدلال نہ کیا ہو تو صحابی کا قول قیاس کے قائم مقام ہوگا۔

تشریح:۔۔۔تقلید کی تعریف:۔۔۔اتباع الغیر علی ظن انه محق بلا نظر فی الدلیل۔تقلید کہتے ہیں دوسرے کا اتباع کرنا اس گمان کیساتھ کہ وہ حق پر ہے اور خود دلیل میں غور نہ کرے۔

سنت کے باب کے آخر میں سنت رسول سے ملحق ایک باب قائم کررہے ہیں اور وہ تقلید صحابی کا باب ہے علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے:(۱) چناچہ ابوسعید بردعی نے فرمایا کہ مجتہد صحابی کی تقلید تابعین اور ان کے بعد کے مجتہدین پر واجب ہے البتہ ایک صحابی کی تقلید دوسرے صحابی پر واجب نہیں خلاصہ یہ ہوا کہ بعد کے مجتہدین پر صحابی کی تقلید واجب ہے اور ان کے قول یا ان کے مذہب کیوجہ سے قیاس کو ترک کردیا جائیگا اور اس کو قیاس پر مقدم رکھا جائیگا دلیل یہ ہے کہ صحابی کے حق میں یہی بات ظاہر ہے کہ اس نے پیغمبر علیہ السلام سے سن کر یا آپ سے واقفیت کرکے خبر یا حدیث کی بنیاد پر ہی وہ فتوی دیا ہوگا لٰہذا بعد والوں کی رائے اور اجتہاد پر صحابی کا یہ قول یا مذہب مقدم ہوگا۔اور اگر یہ ان کی رائے بھی ہو تو ان کی رائے دوسروں کی رائے سے اقوی ہے کیوں کہ انھوں نے دین اسلام کے نزول اور اس وقت کے احوال کا مشاہدہ کیا ہے اور اس کے باب کی معرفت ان کو حاصل ہے یہی چیز ان کے حق میں وجہ ترجیح ہے(۲) ابوالحسن کرخی نے فرمایا کہ صحابی کی تقلید صرف انھیں چیزوں میں جائز ہے جو غیر مدرک بالقیاس ہو اس لئے کہ اس صورت میں یہ بات متعین ہے کہ پیغمبر علیہ السلام سے سن کر ہی انھوں نے یہ فتوی دیا ہوگا اور یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔اور اگر وہ چیز مدرک بالقیاس ہو صحابی کی تقلید اس میں جائز نہیں کیوں کہ اس میں احتمال ہے کہ وہ صحابی کی اپنے رائے ہو اور وہ خطا اور صواب دونوں کا احتمال رکھتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے لہٰذا ایسی صورت میں قول صحابی کی وجہ سے قیاس کو ترک نہیں کیا جائیگا۔

(۳) حضرت امام شافعی کا قول جدید اور اکثر معتزلہ اور اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ صحابی کی تقلید نہیں کی جائے گی خواہ وہ حکم مدرک بالقیاس ہو یا غیر مدرک بالقیاس ہو۔

خلاصہ یہ ہے جیسا کہ مصنفؒ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کی تقلید کے بارے میں علماء کا اختلاف دو صورتوں میں متحقق ہوگا (۱) صحابی کوئی بات کہے اور اس میں دیگر صحابہ کا اختلاف ثابت نہیں یہاں مذکورہ اختلاف متحقق ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی صحابی نے کچھ کہا اور دوسرے سے اس میں اختلاف ثابت ہو گیا تو پھر بالاتفاق تقلید صحابی واجب نہیں ہے بلکہ مجتہد کو اختیار ہوگا کہ وہ جسے چاہے اختیار کرلے۔

وھذا الخلاف۔۔۔الخ۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہوگا جب کہ یہ ثابت نہ ہو کہ کسی صحابی نے کوئی بات کہی اور وہ حکم دوسرے صحابی تک پہنچا اور اس نے اسکو تسلیم کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا۔ لہٰذا اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ حکم دوسرے صحابی تک پہنچا اور انھوں نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا تو یہ اجماع سے ثابت ہونے والا حکم ہوگا اور بالاتفاق اجماع کی تقلید واجب ہے لہٰذا اس صحابی کے بیان کردہ حکم کی بھی تقلید واجب ہوگی۔

واما ان اختلفوا فی شی فالحق لا یعدو اقاویلھم۔۔۔ اگر صحابی کے بیان کردہ حکم میں دوسرے صحابہ کا اختلاف ہو گیا اور متعدد رائیں ہوگئیں تو بعد والے مجتہدین کو ان تمام اقوال کو ترک کرکے نیا قول بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کیوں کہ اتنی بات پر تو تمام صحابہ کا اتفاق ہے کہ حق انھیں میں سے کوئی قول ہے لہٰذا ان سے تجاوز جائز نہیں ہوگا۔

قولہ ولا یسقط البعض۔۔۔الخ:۔۔۔ یہ عبارت ایک وہم کا دفعیہ ہے وہم یہ ہے کہ جب صحابی کے اقوال باہم متعارض ہوگئے تو انھیں ساقط کر دینا چاہیے اور مجتہد کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرے خواہ اس کے اجتہاد سے کوئی نئی بات ہی ثابت ہو۔

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ جب صحابہ باہمی اختلاف کے باوجود کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس اس باب میں کوئی حدیث نہیں ہے جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کوئی حدیث ان کے پاس نہیں ہے تو ہر صحابی کا قول ایک رائے ہے اور وہ تمام رائیں قیاس کے قائم مقام ہیں اور جب قیاس میں تعارض ہو جائے تو کوئی بھی ساقط نہیں ہوتا جب صحابہ کے مختلف اقوال بھی رائے کے درجہ میں ہیں اور وہ قیاس کے حکم میں ہیں تو جو حکم قیاس کا ہوگا وہی ان اقوال وآراء کا بھی ہوگا کہ وہ تعارض کیوجہ سے ساقط نہیں ہوں گے بلکہ تعارض کیوقت جس طرح ایک قیاس کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے اس طرح صحابہ کے متعارض اقوال میں بھی وجہ ترجیح تلاش کر کے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں گے۔ ہوا اور خطا اور صواب دونوں کا احتمال رکھتی ہے لہٰذا ایسی صورت میں قول صحابی کیوجہ سے قیاس کو ترک نہیں کیا جائیگا۔

حسامی ص (۸۷)

إِخْتَلَفَ النَّاسُ فِيمَنْ يَنْعَقِدُ بِهِمُ الْإِجْمَاعُ قَالَ بَعْضُهُمْ لَا إِجْمَاعَ إِلَّا لِلصَّحَابَةِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لَا إِجْمَاعَ إِلَّا لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لَا إِجْمَاعَ إِلَّا لِعِتْرَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ الصَّحِيحُ عِنْدَنَا أَنَّ إِجْمَاعَ عُلَمَاءِ كُلِّ عَصْرٍ مِنْ أَهْلِ الْعَدَالَةِ وَ الْاِجْتِهَادِ حُجَّةٌ وَ لَا عِبْرَةَ لِقِلَّةِ الْعُلَمَاءِ وَ كَثْرَتِهِمْ وَ لَا بِالثَّبَاتِ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يَمُوْتُوْا۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ اجماع کی تعریف کیجئے اور بتائے کہ کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے۔ نیز اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے اس کی وضاحت کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔لوگوں نے ان حضرات کے بارے میں اختلاف کیا ہے جن حضرات کے ساتھ اجماع منعقد ہوتا ہے، ان میں کے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اجماع صرف صحابہ کا (معتبر) ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ اجماع صرف باشندگان مدینہ کا (حق) ہے، اور ان میں سے بعض نے کہا کہ اجماع صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کا (حق) ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ہر زمانے کے عادل، مجتہد علماء کا اجماع حجت ہے، اور علماء کی کثرت اور قلت کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ تادم حیات اس اجماع پر ثابت رہنے کا اعتبار ہے۔

اجماع کی تعریف:۔۔۔ الاجماع له فی اللغة معنیان! أحدهما العزم علی الشی یقال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

أجمع فلان على كذا إذا أجمع عليه۔ وثانيهما الاتفاق۔ وفي الاصطلاح اتفاق خاص هو اتفاق جميع المجتهدين الصالحين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم في عصرٍ على واقعة۔

تشریح:۔۔۔ جن حضرات کا اجماع معتبر ہے ان میں اختلاف ہے چنانچہ داؤد ظاہری اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اجماع صرف صحابہ کا معتبر ہے ان کو اجماع منعقد کرنے کا حق ہے باقی کو نہیں، حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ صرف اہل مدینہ کا اجماع معتبر ہے روافض میں سے فرقہ زیدیہ (یہ فرقہ اہل سنت کے سب سے زیادہ قریب ہے) اور امامیہ (جو بارہ اماموں کا عقیدہ رکھتے ہیں) کا مذہب یہ ہے کہ صرف پیغمبر علیہ السلام کے اعزاء واقرباء کا اجماع معتبر ہے یہ تو وہ مذاہب ہیں جو غیر صحیح ہیں والصحیح سے مصنف نے جمہور کا صحیح مسلک بیان کیا ہے کہ ہر زمانے کے عادل اور مجتہد علماء کا اجماع معتبر ہے اور اس صحیح بات کی دلیل یہ ہے کہ اجماع کی حجیت کا فائدہ جو دلائل دیتے ہیں عام ہیں ہر زمانے کے علماء کو شامل ہے ان میں کسی کی تخصیص نہیں، البتہ جن حضرات کا اجماع معتبر ہے انکی کچھ شرائط ہیں: وہ عادل ہوں فاسق کا اجماع معتبر نہیں، وہ مجتہد ہوں لیکن اجتہاد کی شرط ان جگہوں پر ہوگی جو چیزیں رائے اور اجتہاد کی محتاج ہوں مثلاً احکام نکاح، طلاق وغیرہ اور اگر وہ چیزیں ایسی ہیں جن میں رائے اور اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں تو پھر یہاں مجتہد ہونیکی شرط نہیں ہے مثلاً نقل قرآن، نماز کی رکعتوں کی تعداد وغیرہ ان جیسے مسائل میں مجتہدین اور غیر مجتہدین سب کا اتفاق ضروری ہے۔

ولا عبرة:۔۔۔ انعقاد اجماع کیلئے علماء کی قلت اور کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی ایک زمانے کے علماء کی تعداد قلیل ہو یا کثیر بہر صورت انکا اجماع معتبر ہوگا جمہور کا مذہب یہی ہے۔ پھر جمہور کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر کسی زمانے میں صرف ایک ہی مجتہد ہو اس کا قول اجماع کے درجہ میں ہوگا یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا قول اجماع کے درجہ میں ہوگا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کا قول اجماع کے درجہ میں نہیں ہوگا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ پھر جن مجتہدین نے کسی مسئلہ پر اجماع کیا تو اس اجماع پر مرتے دم تک باقی رہنا بھی ضروری نہیں ہے یہی جمہور کا قول ہے یہی وجہ ہے کہ اجماع منعقد ہونے کے ایک ساعت بعد ان مجتہدین اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دوسروں کے لئے اس اجماع سے رجوع جائز نہ ہوگا۔دوسرا قول جو حضرت امام احمد بن حنبل کا ہے یہ ہے کہ اجماع کے منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام مجتہدین کا اس اجماع پر انتقال ہوجائے۔تیسرا قول یہ ہے کہ انعقاد اجماع کے لئے تمام مجتہدین کا اس اجماع پر مرجانا یہ اجماع سکوتی میں تو شرط ہے باقی میں نہیں۔چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اجماع کی بنیاد رائے اور قیاس ہے تو تمام مجتہدین کا مرجانا اس اجماع کے انعقاد کے لئے شرط ہوگا لیکن اگر اجماع کی بنیاد دلیل قطعی ہے تو تمام مجتہدین کا اس اجماع پر مرجانا شرط نہیں ہے۔

حسامی ص (۹۱)

أَمَّا شَرْطُهُ فَأَنْ لَا يَكُوْنَ الْأَصْلُ مَخْصُوْصًا بِحُكْمِهِ بِنَصٍّ آخَرَ كَقُبُوْلِ شَهَادَةِ خُزَيْمَةَ وَحْدَهُ وَأَنْ لَا يَكُوْنَ الْأَصْلُ مَعْدُوْلًا بِهِ عَنِ الْقِيَاسِ كَإِيْجَابِ الطَّهَارَةِ بِالْقَهْقَهَةِ فِيْ الصَّلٰوةِ وَأَنْ يَتَعَدَّى الْحُكْمُ الشَّرْعِيُّ الثَّابِتُ بِالنَّصِّ بِعَيْنِهِ إِلٰى فَرْعٍ هُوَ نَظِيْرُهُ وَلَا نَصَّ فِيْهِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔قیاس کے لغوی اور اصطلاحی معنی مع امثلہ تحریر کریں۔قیاس کی حجت کو قرآن وحدیث سے ثابت کریں قیاس کی مذکورہ شرائط کی وضاحت کریں اور حضرت خزیمہ کا واقعہ تحریر کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور قیاس کی شرط یہ ہے کہ اصل کا حکم کسی دوسرے نص کی وجہ سے اصل کے ساتھ مخصوص نہ ہو جیسے اکیلے حضرت خزیمہ کی شہادت کا قبول ہونا ایسا حکم ہے جس کے ساتھ خزیمہ کا اختصاص ان کی کرامت کے پیش نظر نص کیوجہ سے ثابت ہے اور یہ کہ اصل معدول بہ عن القیاس نہ ہو (قیاس کے مخالف) نہ ہو جیسے نماز میں قہقہ مار کر ہنسنے کیوجہ سے وضو واجب کرنا۔اور حکم شرعی جو نص سے ثابت ہے وہ بعینہ ایسی فرع کی طرف متعدی ہو جو اصل کی نظیر ہے اور اس فرع کے بارے میں کوئی نص نہ ہو۔

قیاس کے لغوی اور شرعی معنی:۔۔۔القیاس هو التقدير لغة يقال قس النعل بالنعل اى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قِدْرہ بہ و اجعلہ نظیر الآخر و قال ابن الحاجب معناہ المساواۃ یقال فلان یُقاس بفلان ای یساویہ۔ و الأول أظھر۔

وفی الاصطلاح:۔۔۔ تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم و العلۃ۔

حجیت قیاس کی دلیل:۔۔۔ فاعتبروا یاأولی الأبصار۔ یہ قرآن کریم سے حجیت قیاس کی دلیل ہے۔ اور حدیث پاک سے دلیل حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث ہے جب آپ ﷺ نے ان کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا ہے: بم تقضی یا معاذ! اسی حدیث میں آگے چل کر کہا ہے: "اجتھد برأئی" اسی سے قیاس کی حجیت پر استدلال ہے۔

شرائط قیاس کا بیان:۔۔۔ مصنفؒ نے قیاس کی چار شرطیں ذکر کی ہیں جن میں سے تین کا تذکرہ یہاں ہے (۱) پہلی دو شرطیں عدمی ہیں اور تیسری وجودی۔ پہلی شرط کا حاصل کہ اصل کا حکم اصل کے ساتھ کسی نص کی وجہ سے مخصوص نہ ہو چنانچہ اگر اصل (مقیس علیہ) کا حکم اصل کیساتھ خاص ہو تو اس پر قیاس کرنا درست نہیں جیسے حضرت خزیمہ کی تن تنہا شہادت نص من شھد لہ خزیمۃ فھو حسبہ کی وجہ سے ان کے ساتھ خاص ہے اور ان کے اعزاز و اکرام کے طور پر ہے واقعہ یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے اونٹنی خریدی اور ثمن ادا کر دیا لیکن اعرابی نے ثمن وصول کرنے کا انکار کر دیا اور اس نے گواہوں کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا معاملہ تو میرے اور تیرے درمیان تنہائی کا ہے میں گواہ کہاں سے لاسکتا ہوں حضرت خزیمہؓ نے یہ سن کر گواہی دے دی کہ اے اللہ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ثمن ادا فرمایا ہے آپ ﷺ نے تعجب سے پوچھا تم تو وہاں موجود نہیں تھے؟ حضرت خزیمہ نے جواب دیا اے اللہ کے رسول! جب ہم اس زیادہ بڑی بات آسمانی باتوں میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتے اور گواہی دیتے ہیں تو یہ کیا ہے؟ آپ نے خوش ہو کر ان کے اعزاز میں یہ حدیث ارشاد فرمائی من شھد لہ خزیمۃ فھو حسبہ:۔ قیاس کی دوسری عدمی شرط یہ ہے کہ مقیس علیہ (اصل) بالکل خلاف قیاس نہ ہو اگر وہ بالکل خلاف قیاس ہو تو اس پر دوسرے حکم کا قیاس کرنا درست نہ ہوگا جیسے بالغ آدمی کے نماز مطلق میں قہقہہ مار کر ہنسنے کی وجہ سے وضو کا واجب ہونا اور وضو کا ٹوٹ جانا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یہ حکم خلاف قیاس ہے لہذا اس پر دوسری چیز کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ تیسری شرط جو وجودی ہے کہ نص سے ثابت شدہ حکم شرعی اپنے ایسے فرع کی طرف بعینہ کسی تبدیلی کے بغیر متعدی اور منتقل ہوا گر تبدیلی کے ساتھ منتقل ہوا تو وہ قیاس صحیح نہ ہوگا۔ یعنی اصل مقیس علیہ کا حکم بعینہ فرع مقیس کی طرف منتقل ہوجائے بغیر کسی تبدیلی اور تغیر کے اور تبدیلی کی صورت میں وہ قیاس درست نہ ہوگا لیکن یہ ایک شرط چار شرطوں کو متضمن ہے:

(۱) وہ حکم جس پر قیاس کیا جائے قیاس شرعی ہو لغوی نہ ہو پس خمر کا اطلاق دوسری مشروبات پر مخامرۂ عقل کی وجہ سے کرنا درست نہ ہوگا اور اس پر خمر کے احکام جاری کرنا درست نہ ہوگا کیوں کہ یہ قیاس لغوی ہے۔

(۲) مقیس (فرع) کی طرف اس حکم کا تعدیہ بعینہ ہو پس ذمی کا ظہار درست نہ ہوگا کیونکہ ذمی کو مسلمان پر قیاس کر کے ظہار کا حکم ثابت کرنے کی صورت میں حکم کا تعدیہ بعینہ نہیں ہوتا کیوں کہ مسلمان کیلئے ظہار سے جو حرمت ثابت ہوئی ہے وہ مؤقت (ایک انتہاء پر پہنچ کر ختم ہوسکتی ہے) جب کہ ذمی مظاہر کیلئے ثابت ہونے والی حرمت مؤبد ہوگی۔

(۳) فرع اصل کی نظیر ہو یعنی فرع اصل کے مساوی ہو کمتر نہ ہو مثلاً نسیاناً کھانے پینے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوتا اور خطاءً کھانے پینے یا جبراً کھانے پینے سے بھی امام شافعی کے یہاں روزہ فاسد نہ ہوگا جبکہ خطاءً اور جبراً کی صورت میں ہمارے نزدیک روزہ فاسد ہوگا۔ مصنف فرماتے ہیں کہ خاطی اور مکرہ کو ناسی پر قیاس کرنا درست نہیں کیوں کہ خاطی اور مکرہ ناسی کے برابر نہیں بلکہ اس سے کمتر ہیں وہ اس طرح کے ناسی کا عذر سماوی ہے اور خاطی اور مکرہ کا عذر سماوی نہیں ہے لہٰذا ان کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہے اور فرع کے کمتر ہونے کی صورت میں قیاس درست نہیں ہے۔

(۴) فرع کے سلسلہ میں کوئی نص موجود نہ ہو لہٰذا اگر فرع کے سلسلہ میں کوئی نص موجود ہو تو پھر اس کو اصل پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا مثلاً قتل خطا کے کفارہ میں بالاتفاق مومن غلام آزاد کرنا ضروری ہے کیوں کہ اس بارے میں نص موجود ہے۔ اور کفارۂ یمین اور کفارۂ ظہار میں ایمان کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

شرط نہیں ہے بلکہ رقبہ کو آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا یہ احناف کا مذہب ہے لیکن امام شافعی قتل کے کفارہ پر قیاس کرتے ہوئے کفارہ یمین اور ظہار میں بھی ایمان کی شرط لگاتے ہیں (رقبہ مومن ہونا چاہیے) جواب یہ ہے کہ یہ قیاس درست نہیں کیوں کہ فرع منصوص ہے اور منصوص کو اصل پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حسامی ص (۹۲)

وَأَنْ يَتَعَدَّى الْحُكْمُ الشَّرْعِيُّ الثَّابِتُ بِالنَّصِّ بِعَيْنِهٖ إِلٰى فَرْعٍ هُوَ نَظِيْرُهٗ وَلَا نَصَّ فِيْهِ فَلَا يَسْتَقِيْمُ التَّعْلِيْلُ لِإِثْبَاتِ اسْمِ الْخَمْرِ لِسَائِرِ الْأَشْرِبَةِ لِأَنَّهٗ لَيْسَ بِحُكْمٍ شَرْعِيٍّ، وَلَا لِصِحَّةِ ظِهَارِ الذِّمِّيِّ لِكَوْنِهٖ تَغْيِيْراً لِلْحُرْمَةِ الْمُتَنَاهِيَةِ بِالْكَفَّارَةِ فِي الْأَصْلِ إِلٰى إِطْلَاقِهَا فِي الْفَرْعِ عَنِ الْغَايَةِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں:۔ عبارت کی ایسی تشریح کریں کہ ہر ہر جزو واضح ہو جائے اور مثال ممثل لہ پر منطبق ہو جائے فلا یستقیم سے شرعی تک کس امام کی تردید میں ہے اور ان کا کیا مسلک ہے؟ بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور حکم شرعی جو نص سے ثابت ہے وہ بعینہ ایسی فرع کی طرف متعدی ہو جو اصل کی نظیر ہو اور اس فرع کے بارے میں کوئی نص نہ ہو پس تمام (نشہ آور مشروبات) کیلئے خمر کا نام ثابت کرنے کی علت کی وجہ سے قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ تمام مشروبات کیلئے لفظ خمر کا اثبات حکم شرعی نہیں ہے اور ذمی کا ظہار صحیح ہونے کیلئے قیاس کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ قیاس اس حرمت کو جو اصل (مسلمان) میں کفارہ سے ختم ہو جاتی ہے فرع (ذمی) میں غایت سے اس کے اطلاق کی طرف تبدیل کرنے والی ہے۔

تشریح:۔۔۔قیاس کی صحت کیلئے چار شرطیں ہیں۔ دو عدمی جن کا بیان سابق میں گزر چکا ہے اور دو وجودی، ان میں پہلی وجودی شرط کا بیان اس عبارت میں ہے جس کا حاصل یہ ہے وہ حکم شرعی جو کتاب اللہ سنت رسول اللہ یا اجماع سے ثابت ہو وہ بعینہ بغیر کسی تبدیلی کے فرع کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طرف متعدی ہو اور وہ فرع اصل کے مماثل اور مساوی ہو ادنی نہ ہو اور فرع کے بارے میں کوئی مستقل نص بھی موجود نہ ہو۔ درحقیقت اس ایک شرط میں چار شرطیں داخل ہیں:

(۱) وہ حکم جس پر قیاس کیا جائے شرعی ہو لغوی نہ ہو۔

(۲) فرع کی طرف اصل کے حکم کا انتقال بعینہ بغیر تبدیلی کے ہو۔

(۳) علت کے تحقق و وجود میں فرع اصل کے مکمل مماثل اور مساوی ہو۔

(۴) فرع کے بارے میں کوئی مستقل نص موجود نہ ہو۔

فلا یستقیم۔۔۔ الخ:۔۔۔ اس عبارت میں مصنف نے قیاس کی صحت کیلئے مذکورہ چار شرطوں میں سے پہلی شرط پر ایک تفریع بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اصل (مقیس علیہ) کا حکم؛ حکم شرعی ہو حکم لغوی نہ ہو۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ خمر اور دوسری نشہ آور چیزوں میں فرق کرتے ہیں چنانچہ خمر مطلقاً حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار بھی موجب حد ہے جب کہ دوسری نشہ آور چیزوں کی کثیر مقدار تو حرام اور موجب حد ہے لیکن مقدار قلیل حرام نہیں اور نہ موجب حد ہے جب کہ شوافع کا مذہب یہ ہے کہ خمر اور دوسری نشہ آور چیزیں یکساں ہیں لہٰذا جس طرح خمر کی مقدار کثیر اور قلیل دونوں حرام ہے اور موجب حد ہے اسی طرح دوسری نشہ آور چیزیں بھی قلیل و کثیر دونوں حرام اور موجب حد ہیں ان کا استدلال اس طرح ہے کہ خمر کہتے ہیں کہ مایخامر العقل کو (جو چیز عقل کو مستور کردے) لہٰذا جو چیزیں بھی عقل کو ڈھانپ لے اس کو وہ حضرات خمر سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر خمر کے احکام جاری کرتے ہیں، اور خمر کے یہ لغوی معنی ہیں لہٰذا یہ قیاس فی اللغۃ ہوا شافعیہ کے یہاں چوں کہ قیاس لغوی جائز ہے اس لئے انھوں نے یہاں بھی قیاس لغوی کیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ مخامرۂ عقل کے لغوی معنی کی وجہ سے خمر کے علاوہ دوسری مسکر چیزوں پر خمر کا اطلاق کرنا اور اس کے احکام جاری کرنا درست نہیں کیوں کہ دوسری مشروبات (نشہ آور) چیزوں پر خمر کا اطلاق یہ حکم لغوی پر قیاس ہے نہ کہ حکم شرعی پر اور قیاس کی صحت کیلئے حکم کا شرعی ہونا ضروری ہے لہٰذا یہ قیاس صحیح نہیں ہوگا۔

ولا لصحۃ ظھار الذمی:۔۔۔ یہاں سے مصنفؒ قیاس کی مذکورہ چار شرطوں میں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دوسری شرط پر تفریع بیان کر رہے ہیں اور وہ شرط یہ ہے کہ حکم اصل کا انتقال فرع کی طرف بعینہ بغیر کسی تبدیلی کے ہو۔ تفریع کا حاصل یہ ہے کہ ذمی ظہار کا اہل ہے یا نہیں؟ احناف کہتے ہیں کہ ذمی ظہار کا اہل نہیں جب وہ اہل نہیں تو اس کا ظہار درست نہ ہوگا اور ظہار کے باوجود اپنی بیوی سے اس کا وطی کرنا جائز ہوگا۔ جبکہ دوسری طرف امام شافعیؒ کے نزدیک ذمی ظہار کی اہلیت رکھتا ہے لہٰذا اگر وہ اپنی بیوی سے ظہار کرے تو یہ درست ہوگا اور وطی حرام ہو جائے گی۔ حضرت امام شافعیؒ کی دلیل قیاس ہے وہ ذمی مظاہر کو مسلمان مظاہر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو درست کہتے ہیں۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قیاس فاسد ہے کیوں کہ قیاس کی صحت کیلئے دوسری شرط یہ ہے کہ اصل کا حکم فرع کی طرف بعینہ منتقل ہو وہ یہاں موجود نہیں ہے بلکہ متغیر ہو کر منتقل ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ اگر کوئی مسلمان ظہار کرے تو حرمت ثابت ہوگی لیکن وہ حرمت مؤبدہ نہیں ہے بلکہ ایک غایت تک ہے (کفارہ دینے تک) لہٰذا جب وہ ظہار کا کفارہ ادا کر دے گا تو حرمت ختم ہو جائے گی، لیکن اگر کافر (ذمی) اپنی بیوی سے ظہار کرے گا تو حرمت مؤبدہ ثابت ہوگی کیوں کہ حرمت کی غایت اور انتہاء کفارہ ہے اور کافر کفارہ کا اہل نہیں ہے جب وہ کفارہ کا اہل نہیں ہے تو ظہار کی حرمت کو ختم کرنے والی کوئی چیز اس کی حق میں نہیں رہی تو حرمت مؤبدہ ثابت ہوگی اب تطبیق اس طرح ہوگی کہ امام شافعیؒ کا ذمی مظاہر کو مسلمان مظاہر پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ اصل (مسلمان مظاہر) کیلئے جو حرمت ثابت ہو رہی ہے وہ مؤبد نہیں بلکہ غایت یعنی کفارہ کی ادائیگی سے ختم ہو جاتی ہے جبکہ فرع (ذمی مظاہر) کیلئے جو حرمت ثابت ہو رہی ہے وہ مؤبد ہے غایت (کفارہ سے ختم ہونے والی نہیں ہے) تو اصل کا حکم فرع کی طرف بعینہ منتقل نہیں ہوا بلکہ متغیر ہو کر منتقل ہوا جب کہ شرط صحت حکم کا بعینہ منتقل ہونا تھا۔

فلا یستقیم سے شرعی تک کی عبارت سے بھی امام شافعی کی تردید مقصود ہے جیسا کہ توضیح میں یہ بات وضاحت کے ساتھ آچکی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۹۳)

وَالشَّرْطُ الرَّابِعُ أَنْ يَبْقَىٰ حُكْمُ الْأَصْلِ بَعْدَ التَّعْلِيلِ عَلَىٰ مَا كَانَ قَبْلَهُ لِأَنَّ تَغْيِيرَ حُكْمِ النَّصِّ فِي نَفْسِهِ بِالرَّأْيِ بَاطِلٌ كَمَا أَبْطَلْنَاهُ فِي الْفُرُوعِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ کس چیز کی یہ چوتھی شرط بتلائی جارہی ہے؟ اس شرط کی بنا پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "لاتبیعوا الطعام بالطعام الا سواء بسواء" قلیل وکثیر دونوں کو عام ہے اور آپ نے قلیل کو خاص کر کے نص کے عموم کو بدل دیا، آپ اس کا جواب وضاحت سے تحریر کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اصل کی نص کا حکم تعلیل کے بعد اسی صفت پر باقی رہے جس صفت پر تعلیل سے پہلے تھا اس لئے کہ فی ذاتہ نص کے حکم کو رائے سے متغیر کرنا باطل ہے جیسا کہ ہم نے اس کو فروع میں باطل کیا۔

تشریح:۔۔۔اس عبارت میں مصنف نے قیاس کی چوتھی اور دووجودی میں سے دوسری شرط کو بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل (مقیس علیہ) کا حکم تعلیل کے بعد اسی حالت پر باقی رہے جس حالت پر وہ تعلیل سے پہلے تھا (تعلیل کے بعد اصل کے حکم میں کوئی تبدیلی اور تغیر پیدا نہ ہوتا کہ رائے اور قیاس سے نص کے حکم کو باطل کرنا لازم نہ آئے جو باطل ہے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اصل کا حکم فرع کی طرف بغیر کسی تبدیلی کے بعینہ منتقل ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اصل کا حکم تعلیل اور تعدیہ کے بعد اسی حالت پر رہے جیسا کہ وہ تعلیل سے پہلے تھا، نیز فرع میں تغیر حکم باطل ہے کیوں کہ صحت قیاس کیلئے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو اس لئے کہ اگر فرع کیلئے کوئی نص موجود ہو تو اس صورت میں قیاس کرنے کی وجہ سے نص کے حکم کو متغیر کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں لہٰذا جس طرح فرع کے بارے میں وارد شدہ نص کے حکم کو بدلنا اور متغیر کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اصل کے بارے میں وارد شدہ نص کے حکم کو بھی قیاس سے بدلنا باطل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اعتراض:۔۔۔"قولہ وانما خصصنا القلیل "اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صحت قیاس کیلئے شرط ہے کہ تعلیل اور قیاس کے بعد مقیس علیہ کے سلسلہ میں وارد نص کا حکم متغیر نہ ہو جب کہ دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ربا کے باب میں جو حدیث وارد ہوئی ہے۔(لا تبیعوا الطعام بالطعام إلا سواءً بسواءٍ)اس حدیث (نص) کے حکم کو تعلیل (بیان علت) کے ذریعہ آپ نے بدل دیا ہے وہ اس طرح کہ اس حدیث سے آپ نے ربا کی علت قدر مع الجنس نکالی اور یہ کہا کہ جہاں بھی قدر مع الجنس کی علت ہوگی وہاں ادھار اور کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا حرام ہوگا اب اعتراض یہ ہے کہ جو مقدار کیل شرعی کے تحت آتی ہے اس میں تو آپ نے ادھار اور کمی زیادتی کو حرام قرار دے دیا لیکن جو مقدار کیل شرعی کے تحت نہ آتی ہو مثلاً نصف صاع سے وہ مقدار کم ہو اس کو آپ نے اس نص کے حکم سے خارج کر دیا اور حرمت ربا کو مقدار کثیر کے ساتھ مخصوص کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقدار کثیر کی بیع میں تو تفاضل کو حرام قرار دے دیا لیکن مقدار قلیل میں تفاضل کو حرام نہیں کہتے اور کمی زیادتی کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیتے ہیں مثلاً ایک مٹھی غلہ کی بیع دو مٹھی غلہ کے عوض حالانکہ نص تو بالکل عام ہے اور مقدار کثیر اور قلیل سب کو شامل ہے اور سب میں ربا اور تفاضل کی حرمت پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس نص کو مقدار کثیر کے ساتھ خاص کرنا اور مقدار قلیل کو اس سے خارج کر دینا یہ نص کے حکم کو بدلنا ہے اور تعلیل کے بعد نص کا حکم اس حالت پر باقی نہ رہا جیسا کہ تعلیل سے پہلے تھا اور نص کا حکم تعلیل کے بعد بدل گیا تو شرط رابع نہ پائے جانے کی وجہ سے غیر طعام کی بیع کو طعام کی بیع پر قیاس کرنا درست نہیں ہونا چاہئے حالانکہ آپ کے نزدیک یہ قیاس صحیح ہے باوجودیکہ شرط رابع مفقود ہے؟

جواب:۔۔۔مصنفؒ جواب دیتے ہیں کہ نص میں تساوی کی حالت کا استثناء (برابر سرابر بیچنا جائز ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں استثناء من عموم الاحوال ہے اور عموم احوال سے جو استثناء ہوتا ہے اس کا مصداق مقدار کثیر تو بن سکتا ہے مقدار قلیل نہیں بن سکتا جب مقدار قلیل اس کا مصداق بن ہی نہیں سکتا تو یہاں نص کے حکم میں تبدیلی دلالت النص کی وجہ سے ہے نہ کہ تعلیل کی وجہ سے اس کی وضاحت یہ ہے کہ حدیث پاک میں مساوات (برابر سرابر) والی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صورت کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور مستثنیٰ میں اصل مستثنیٰ متصل ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جب یہاں خلاف اصل صورت ہے "یعنی مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے وہ اس طرح کہ مساوات مصدر ہے جو ایک حالت (برابر سرابر ہونے) پر دلالت کرتا ہے اور مستثنیٰ منہ طعام ہے اور طعام اعیان میں سے ہے اب یہاں پر خلاف اصل استثناء کو اصل کے مطابق کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں کہ دونوں احوال میں سے ہو جائیں یا دونوں اعیان میں سے ہو جائیں چنانچہ حضرت امام شافعیؒ نے مستثنیٰ میں تاویل کرکے اعیان میں سے بنادیا اور عبارت یہ نکالی "لا تبیعوا الطعام بالطعام الا طعاماً مساویاً بطعامٍ مساوٍ" طعام کی بیع صرف مساوات کی صورت میں حلال ہوگی دوسری تمام صورتوں میں حرام لہٰذا مقدار کثیر اور قلیل دونوں میں تفاضلاً بیع حرام ہوگی یہ تو امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ دوسری طرف احناف نے استثناء کو اصل کے مطابق بنانے کیلئے بجائے مستثنیٰ میں تاویل کرنے کے مستثنیٰ منہ میں تاویل کیا اور یوں عبارت نکالی "لا تبیعوا الطعام بالطعام فی حال من الاحوال الا فی حال المساوات" (احناف نے دونوں کو عین بنانے کے بجائے دونوں کو احوال میں سے بنادیا) اب مطلب یہ ہوگا کہ طعام کو طعام کے بدلے کسی حالت میں فروخت نہ کرو البتہ مساوات کی صورت میں فروخت کرسکتے ہو اور طعام کے لین دین کے تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) مساوات کے ساتھ (۲) تفاضل کے ساتھ (۳) مجازفہ (اٹکل اور اندازہ کرکے) تو جواز صرف مساوات کی صورت کے ساتھ خاص ہوگیا اور تفاضل اور مجازفہ کی صورت حدیث لا تبیعوا کے تحت داخل رہی اور یہ تینوں حالتیں مقدار کثیر میں ہوسکتی ہیں مقدار قلیل میں نہیں کیوں کہ ان کے جاننے کا طریقہ کیل ہے اور کیل صرف کثیر کے اندر جاری ہوتا ہے قلیل میں نہیں جاری ہوتا جب یہ وضاحت سامنے آگئی تو یہ بات خود بخود ثابت ہوگئی کہ مقدار قلیل سے نص میں کوئی تعرض ہی نہیں کیا گیا ہے جب تعرض نہیں کیا گیا تو وہ نص میں شامل ہی نہیں لہٰذا اس مقدار قلیل کی بیع تفاضل کے ساتھ جائز ہوگی اور نہ ہی مقدار کثیر کے ساتھ خاص ہوگی کیوں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہی ہے اس اصل پر عمل کرتے ہوئے قلیل کی بیع تفاضل کے ساتھ جائز ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں نص کے حکم میں تغیر دلالت النص کی بناء پر ہے نہ کہ تعلیل کی بناء پر اگر چہ یہاں تعلیل بھی نص کے موافق ہے اور یہ حسن اتفاق ہے۔

حسامی ص(۹۶)

أَمَّا رُكْنُهُ فَمَا جُعِلَ عَلَماً عَلٰى حُكْمِ النَّصِّ مِمَّا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ النَّصُّ وَجُعِلَ الْفَرْعُ نَظِيْراً لَهُ فِيْ حُكْمِهِ بِوُجُوْدِهِ فِيْهِ وَهُوَ الْوَصْفُ الصَّالِحُ الْمُعَدَّلُ بِظُهُوْرِ أَثَرِهِ فِيْ جِنْسِ الْحُكْمِ الْمُعَلَّلِ بِهِ وَنَعْنِيْ بِصَلَاحِ الْوَصْفِ مُلَائَمَتَهُ وَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ عَلٰى مُوَافَقَةِ الْعِلَلِ الْمَنْقُوْلَةِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ رکن کی تعریف کیجئے، نیز وصف کے صالح اور معدّل ہونے کی وضاحت کیجئے وصف کے صالح معدل ہونے کی کم از کم ایک مثال تحریر کیجئے؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور بہر حال قیاس کا رکن وہ شے ہے جس کو حکم نص کی علامت قرار دیا گیا ہو (اور) وہ علامت ان چیزوں میں سے ہو جن پر نص مشتمل ہو اور فرع کو اصل کی نظیر قرار دیا گیا ہو اصل کا حکم ثابت کرنے میں کیوں کہ فرع میں وہ شے موجود ہے جس کو اصل کی علامت قرار دیا گیا ہے اور یہ (جس کو علامت قرار دیا گیا ہے) وہ وصف ہے جو صالح ہو معدل ہو کیوں کہ حکم معلل بہ کی جنس میں وصف کا اثر ظاہر ہے اور صلاح وصف سے ہماری مراد وصف کا حکم کے موافق ہونا ہے اور وصف کے اندر موافقت کا حصول یہ ہے کہ وصف ان علتوں کے موافق ہو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف سے منقول ہیں۔

رکن کی تعریف:۔ الرکن فی اللغۃ یقال للجانب الأقوی لشیئ، وفی عرف الفقهاء رکن الشی مالا وجود لذلک الشیئ الا بہ۔

تشریح:۔۔۔اس عبارت میں قیاس کے رکن کا بیان ہے اور قیاس کا رکن وہ وصف جامع اور وصف مشترک ہے جس کو اصل (نص) کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو اور وہ وصف ان اوصاف میں سے ہو جن پر نص مشتمل ہو۔ جو وصف علامت بن رہا ہو اس وصف پر نص کا مشتمل ہونا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ضروری ہے اور جس وصف کو حکم نص پر علامت قرار دیا گیا ہے اس کیلئے دو باتیں ضروری ہے:

(۱) معدل ہو (اس وصف کی عدالت ثابت ہو) اور عدالت سے مراد یہاں تاثیر ہے یعنی وہ وصف مؤثر ہو صاحب کتاب نے بیان کیا کہ وصف کا حکم کے مناسب اور موافق ہونا یہ ہے کہ وہ وصف (علت جامعہ) ان علتوں کے موافق ہو جو پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ و تابعین سے منقول ہیں (مجتہد کی علت ان علتوں کے موافق ہونی چاہئے تب مقبول ہے ورنہ مقبول نہیں) مثال اسکی یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ولایت کی علت صغر ہے اور امام شافعی کے یہاں بکر ہے ہمارے نزدیک اگر صغیرہ ہے تو ولایت ہوگی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور امام شافعی کے نزدیک اگر باکرہ ہے تو ولایت ہوگی خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اور یہ علت صالح ہے کیوں کہ یہ ان علتوں کے موافق ہے جو پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ وغیرہ سے منقول ہے پیغمبر علیہ السلام نے الهِرّة ليست بنجسة سے سوَر ہرہ کے ناپاک نہ ہونے کو بیان فرمایا اور علت یہ بیان فرمائی انما هي من الطوفين عليكم والطوافات کہ طواف کی علت کی وجہ سے ناپاکی ساقط ہوگئی ضرورت کیوجہ سے اسی طرح صغیرہ پر ولایت کی علت صغر ہے کیوں؟ ضرورت کیوجہ سے کیونکہ وہ اپنا نفع اور نقصان سمجھ نہیں سکتی لہٰذا ضرورت کی وجہ سے صغر کو علت قرار دیا اسی طرح ضرورت کی وجہ سے طواف کو علت قرار دیا تو صغر کی علت اس علت کے موافق ہوگئی جو پیغمبر علیہ السلام سے منقول ہے (طواف ضرورت تو یہ دونوں علتیں ایک جنس یعنی ضرورت کے تحت داخل ہیں تو یہ علت صالح ہے دوسری شرط وصف معدل ہو (اس وصف کی تاثیر ثابت ہو یعنی کسی نہ کسی حکم شرعی میں وہ علت معتبر مانا گیا ہو مثال کے طور بچہ یا بچی (صغیر اور صغیرہ کے مال میں ولی کو ولایت حاصل ہے صغر کیوجہ سے کیوں کہ صغیر کیلئے عجز لازم ہے وہ تصرف سے قاصر ہے تو صغیر اور صغیرہ کے مال میں صغر کی علت کیوجہ سے ولی کو تصرف کا حق حاصل ہے اور یہ بالا جماع ثابت ہے گویا کہ ولایت مال میں صغر مؤثر ہے جب نقصان عقل اور عجز کیوجہ سے ولی کو ولایت مال حاصل ہے اور یہ بالا جماع ہے اور ولی کو تصرف کا مکمل حق حاصل ہے تو اسی طرح نقصان عقل اور عجز کیوجہ سے صغیر اور صغیرہ اپنے نفس میں بھی تصرف سے عاجز ہے اور جان کا نقصان مال کے نقصان سے بڑھ کر ہے جب مال میں صغر کیوجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سے ولایت حاصل ہے تو جان جو مال سے بڑھ کر ہے اس میں بھی ولی کو ولایت حاصل ہوگی اور صغیر اور صغیرہ کے جان میں بھی تصرف کا حق ولی کو ہوگا۔ معلوم ہوا کہ صغر ایسی علت ہے جس نے ولایت مال میں اپنا اثر دکھایا ہے لہٰذا یہ وصف معدل ہے۔ (مؤثر)

حسامی ص (۱۰۱)

ثُمَّ الْمُسْتَحْسَنُ بِالْقِيَاسِ الْخَفِيِّ يَصِحُّ تَعْدِيَتُهُ بِخِلَافِ الْمُسْتَحْسَنِ بِالْأَثَرِ أَوِ الْإِجْمَاعِ أَوِ الضَّرُورَةِ كَالسَّلَمِ وَالْإِسْتِصْنَاعِ وَتَطْهِيرِ الْحِيَاضِ وَالْآبَارِ وَالْأَوَانِي أَلَا تَرىٰ أَنَّ الْإِخْتِلَافَ فِي الثَّمَنِ قَبْلَ قَبْضِ الْمَبِيعِ لَايُوْجِبُ يَمِيْنَ الْبَائِعِ قِيَاساً لِأَنَّهُ هُوَ الْمُدَّعِيُ وَيُوْجِبُهُ اسْتِحْسَاناً لِأَنَّهُ يُنْكِرُ تَسْلِيمَ الْمَبِيعِ بِمَا ادَّعَاهُ الْمُشْتَرِيُ ثَمَناً، وَهٰذَا حُكْمٌ تَعَدَّىٰ إِلَى الْوَارِثَيْنِ وَالْإِجَارَةِ، فَأَمَّا بَعْدَ الْقَبْضِ فَلَمْ يَجِبْ بِهِ يَمِيْنُ الْبَائِعِ إِلَّا بِالْأَثَرِ بِخِلَافِ الْقِيَاسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي يُوْسُفَ، فَلَمْ يَصِحَّ تَعْدِيَتُهُ۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ پھر جو حکم قیاس خفی کی وجہ سے مستحسن ہو اس کا تعدیہ صحیح ہے اس کے برخلاف وہ حکم ہے جو نص یا اجماع یا ضرورت کی وجہ سے مستحسن ہو جیسے بیع سلم یا استصناع حوضوں کنووں، اور برتنوں کا پاک کرنا، کیا نہیں دیکھتے ہو کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں اختلاف قیاساً بائع پر قسم واجب نہیں کرتا کیوں کہ وہ مدعی ہے اور استحساناً بائع کی قسم کو واجب کرتا ہے کیوں کہ بائع تسلیم مبیع کا منکر ہے اس ثمن کے بدلہ جس کا مشتری مدعی ہے اور یہ ایسا حکم ہے جو ورثہ اور اجارہ کی طرف متعدی ہوگا البتہ قبضہ کے بعد اختلاف کی وجہ سے بائع کی قسم صرف اثر (نص) سے خلاف قیاس ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب ہوتی ہے لہٰذا اس کا تعدیہ درست نہ ہوگا۔

استحسان کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:۔۔۔ الاستحسان في اللغة "عدّ الشئی حسناً" تقول استحسنته کذا۔ ای اعتقدته حسناً۔ وفي اصطلاح الاصول هو القياس الخفي ذاقوی أثره۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

استحسان کی قسمیں اور انکے احکام:۔۔۔استحسان ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو قیاس جلی کے معارض ہوتی ہے اور قیاس جلی کے معارض چار قسم کی دلیلیں ہیں:۔

(۱) نص (اثر) (۲) اجماع (۳) ضرورت (۴) قیاس خفی۔

پس اگر قیاس کے معارض نص یا اثر ہو تو اس کا نام استحسان بالنص اور استحسان بالاثر ہے اور اگر اجماع ہے تو اس کو استحسان بالاجماع کہتے ہیں اور اگر ضرورت قیاس جلی کے معارض ہو تو اس کو استحسان بالضرورۃ کہیں گے اور اگر قیاس خفی معارض ہو تو وہ استحسان بالقیاس ہے۔الحاصل حکم شرعی جس طرح قیاس جلی سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح مذکورہ اقسام اربعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے ۔فرق اتنا ہے کہ قیاس جلی سے ثابت ہونیوالا حکم متعدی ہوتا ہے اور اقسام اربعہ سے ثابت شدہ حکم کبھی متعدی ہوتا ہے اور کبھی متعدی نہیں ہوتا ہے۔

اقسام اربعہ کے احکام:۔۔۔وہ حکم جو استحسان بالقیاس سے ثابت ہوتا ہے یعنی جو حکم قیاس جلی کے برخلاف قیاس خفی سے ثابت ہو وہ اپنے علاوہ کی طرف متعدی ہوگا (اس کے علاوہ کوئی علت مشترکہ کی وجہ سے اس پر قیاس کرنا درست ہے) یہ استحسان بالقیاس کا حکم ہے۔اور اگر کوئی حکم استحسان بالنص یا استحسان بالاجماع یا استحسان بالضرورۃ سے ثابت ہو تو یہ حکم اپنے علاوہ کی طرف متعدی نہیں ہوگا اور اس پر کسی دوسرے حکم کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا بلکہ یہ حکم اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوگا یہ باقی تینوں قسموں کا حکم ہے ۔انہیں باتوں کو مصنف نے اپنی عبارت :ثم المستحسن۔۔۔الخ۔ میں ذکر کیا ہے۔

کالسلم۔۔۔الخ۔۔۔یہاں سے مصنف نے استحسان بالنص کی مثال بیان کی ہے حاصل یہ ہے کہ بیع سلم کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے حالانکہ بیع سلم میں مسلم فیہ (مبیع) معدوم ہوتی ہے اور معدوم کی بیع باطل ہے اس لئے قیاس جلی کا تقاضا یہ ہے کہ بیع سلم باطل اور ناجائز ہو لیکن قیاس کے برخلاف نص سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے حدیث پاک میں ہے: نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم، پس قیاس جلی کے مقابلہ میں نص حدیث سے بیع سلم کے جواز کا ثبوت یہ استحسان بالاثر سے ثبوت ہے اور استحسان بالاثر سے ثابت شدہ حکم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

متعدی نہیں ہوتا ہے اس لئے بیع سلم پر قیاس کر کے دوسری معدوم چیز کی بیع جائز نہ ہوگی۔

والاستصناع۔۔۔ یہ استحسان بالاجماع کی مثال ہے، استصناع (آڈر دے کر بنوانا) یہ صورت امت کے تعامل کی وجہ سے شرعاً جائز ہے حالانکہ قیاس جلی کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بیع ناجائز ہو کیونکہ اس میں مبیع معدوم ہوتی ہے پس یہ حکم قیاس جلی کے برخلاف استحسان بالاجماع سے ثابت ہے اور یہ حکم چونکہ اپنے علاوہ کی طرف متعدی نہیں ہوتا لہٰذا استصناع پر قیاس کر کے دوسری معدوم چیزوں کا فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔

وتطهير الحياض۔۔۔ یہ استحسان بالضرورۃ کی مثال ہے مثال کا حاصل یہ ہیکہ حوض، کنواں اور برتن وغیرہ جب ناپاک ہوجائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کنویں اور حوض کا موجودہ پانی نکال دیا جائے اور برتن پر پانی بہادیا جائے اس طریقے سے یہ چیزیں پاک ہوجائیں گی۔ حالانکہ قیاس جلی کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چیزیں کبھی پاک نہ ہوں کیونکہ کنویں اور حوض کا پانی اگر چہ نکال دیا گیا لیکن کیچڑ اسی طرح دیواریں وہ تو ناپاک ہی ہیں جب نیا پانی کنویں میں نکلے گا اور حوض میں نیا پانی ڈالا جائیگا تو وہ دیواروں اور کیچڑ سے ملکر پھر ناپاک ہوجائیگا کیونکہ برتن ناپاک ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیاس جلی کے تقاضے کے مطابق یہ چیزیں پاک نہیں ہونی چاہئے تھیں لیکن ضرورت کو ملحوظ رکھتے اسے جائز قرار دیا گیا تو ان چیزوں کے پاک ہونیکا حکم استحسان بالضرورۃ سے ثابت ہے اور یہ حکم بھی چونکہ اپنے غیر کی طرف متعدی نہیں ہوتا ہے اس لئے اس پر قیاس کر کے دوسری چیز کے پاک ہونیکا حکم لگانا جائز نہ ہوگا۔

الا تری۔۔۔ **الخ**۔۔۔ اس عبارت میں مصنف نے استحسان بالقیاس کی مثال بیان فرمائی ہے (وہ حکم جو قیاس جلی کے برخلاف قیاس خفی سے ثابت ہوتا ہے دوسرے حکم کی طرف اس کا تعدیہ درست ہے مثال اسکی یہ ہے مبیع پر قبضہ سے پہلے بائع اور مشتری میں ثمن کی مقدار میں اختلاف ہوگیا مثال کے طور پر بائع سو روپیہ ثمن کہتا ہے اور مشتری مثلاً پچاس روپیہ ثمن کہتا ہے تو بینہ نہ ہونے کی صورت میں قیاس جلی کا تقاضا یہ کہ بائع سے قسم نہ لی جائے بلکہ صرف مشتری سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قسم لی جائے کیونکہ بائع ثمن کی زیادتی کا مدعی ہے اور مشتری ثمن کی زیادتی کا منکر ہے اور مدعی کے ذمہ بینہ ہوتا ہے نہ کہ قسم لہٰذا بائع سے قسم نہ لی جانی چاہیئے لیکن قیاس خفی کا تقاضا یہ کہ دونوں پر قسم واجب ہو اور دونوں سے قسم لیکر بیع کو فسخ کر دیا جائے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بائع زیادتی کا مدعی ہے اور مشتری اس کا منکر ہے اسی طرح مشتری بھی اس بات کا مدعی ہے کہ بائع پر اقل مقدار ثمن (پچاس) روپے لیکر مبیع سپرد کرنا واجب ہے اور بائع اس کا منکر ہے پس یہاں دونوں من وجہ مدعیٰ علیہ ہیں لہٰذا ایسی صورت میں تحالف (دونوں پر قسم واجب ہوگی اور بتقاضائے استحسان دونوں سے قسم لیکر بیع کو قاضی فسخ کر دیگا یہ حکم چونکہ استحسان بالقیاس سے ثابت ہے لہٰذا دوسرے حکم کی طرف اس کا تعدیہ درست ہوگا چنانچہ وجوب تحالف اور فسخ بیع کا حکم بائع اور مشتری کے موت کے بعد انکے ورثاء کی طرف متعدی ہوگا (عاقدین کی موت کے بعد انکے ورثاء میں مقدار ثمن میں اختلاف ہوجائے تو وہاں بھی دونوں سے قسم لیکر قاضی بیع کو فسخ کردیگا بشرطیکہ مبیع پر قبضہ نہ ہوا ہو۔)

اسی طرح وجوب تحالف اور فسخ عقد کا حکم اجارہ کی طرف متعدی ہوگا (اگر مستاجر کے منفعت شئی سے فائدہ اٹھانے سے پہلے اگر مستاجر اور موجر میں مقدار اجرت میں اختلاف ہوجائے تو قسم لیکر اجارہ کو فسخ کردیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب مبیع پر قبضہ نہ ہو لیکن اگر مبیع پر قبضہ ہو چکا ہو اور مقدار ثمن میں بائع اور مشتری کے درمیان اختلاف ہوجائے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ صرف مشتری پر قسم واجب ہو کیوں کہ وہ زیادتی ثمن کا منکر ہے اور بائع اس صورت میں منکر نہ ہوگا لہٰذا اس صورت میں اس پر قسم واجب نہیں ہونی چاہئے تھی لیکن اس قیاس کے خلاف اثر (حدیث) موجود ہے: اذا اختلف المتبائعان و السلعة قائمة تحالفا و ترادا۔ یہ نص دونوں کے درمیان تحالف کا تقاضا کرتا ہے پس قبضہ مبیع کے بعد تحالف اور فسخ بیع کا حکم قیاس جلی کے بر خلاف چوں کہ اثر (حدیث سے ثابت ہے اسلئے اس حکم کا ثبوت استحسان بالاثر سے ہوگا اور استحسان بالاثر سے ثابت شدہ حکم دوسرے محل کی طرف متعدی نہیں ہوتا ہے (اس پر دوسری چیز کو قیاس کرنا درست نہیں ہے) بلکہ وہ اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ لہٰذا شیخین کے نزدیک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یہ حکم نہ تو بائع اور مشتری کے ورثاء کی طرف منتقل ہوگا اور نہ ہی اجارہ کی طرف منتقل ہوگا بلکہ بائع اور مشتری کے وفات کے بعد مشتری کے وارث کا قول مع الیمین معتبر ہوگا۔

حسامی ص (۱۰۴)

أَمَّا حُكْمُهُ فَتَعْدِيَةُ حُكْمِ النَّصِّ إِلَى مَالَا نَصَّ فِيهِ لِيَثْبُتَ فِيهِ بِغَالِبِ الرَّأْيِ عَلَى احْتِمَالِ الْخَطَاءِ، فَالتَّعْدِيَةُ حُكْمٌ لَازِمٌ لِلتَّعْلِيلِ عِنْدَنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ هُوَ صَحِيحٌ بِدُوْنِ التَّعْدِيَةِ حَتّٰى جَوَّزَ التَّعْلِيلَ بِالثَّمَنِيَّةِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور علت متعدیہ وقاصرہ کی مثال پیش کر کے عبارت کی واضح تشریح کریں، تعلیل کے تعدیہ کے سلسلہ میں احناف وشوافع کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور قیاس کا حکم نص کے حکم کا اس فرع کی طرف متعدی ہونا ہے جس میں نص نہ ہو تا کہ خطا کے احتمال کے ساتھ غالب رائے سے اس میں نص کا حکم ثابت ہو جائے پس ہمارے نزدیک تعلیل کیلئے تعدیہ ایک لازمی حکم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر تعدیہ کے تعلیل صحیح ہے حتی کہ امام شافعیؒ نے ثمنیت کے ساتھ تعلیل کو جائز قرار دیا ہے۔

تشریح:۔۔۔یہاں سے مصنفؒ نے قیاس کا حکم بیان فرمایا ہے قیاس کا حکم یہ ہے کہ نص سے ثابت شدہ حکم کا مثل اس فرع میں ثابت ہو جائے جس میں نص یا اجماع وغیرہ ایسی کوئی دلیل نہ ہو جو قیاس سے بڑھ کر ہو کیونکہ قیاس اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب کہ فرع منصوص نہ ہو۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ فرع میں حکم کا ثبوت ظن غالب کی بنا پر ہوگا کیونکہ قیاس دلائل ظنیہ میں سے ہے اور اس میں اجتہاد کا دخل ہے اور ہر مجتہد کے اجتہاد میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال رہتا ہے جب دونوں کا احتمال ہے تو اصل کے حکم کا مثل فرع کے اندر ظن غالب ہی سے ثابت ہوگا۔

علت کی تعریف:۔۔۔والمراد بالعلة هنا هو الوصف الذى جعل علماً على حكم النص وقيل هو الوصف المشترك بين الاصل والفرع المسمى بعلة۔(علت وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وصف جامع اور وصف مشترک ہے جس کو نص (اصل) کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو)۔

علت کی دو قسمیں ہیں: (۱) علت متعدیہ (۲) علت قاصرہ

علت متعدیہ کی تعریف:۔۔۔إن كانت العلة فيه متعدية ثبت الحكم بها في الفرع فهذه العلة علة متعدية۔ (علت اگر متعدی ہو یعنی اس علت کے ذریعہ فرع میں حکم ثابت ہو تو اس علت کا نام علت متعدیہ ہے)۔

علت قاصرہ کی تعریف:۔۔۔وان كانت العلة مجردة عن التعدية فهو تعليل محض وتسمى العلة علة قاصرة۔ (علت قاصرہ وہ علت ہے جو متعدی نہ یعنی اس سے فرع میں حکم ثابت نہ ہو سکے)۔

احناف اور شوافع کا اختلاف:۔۔۔احناف کے نزدیک قیاس کیلئے تعدیہ ایک ضروری حکم ہے لہٰذا اگر تعدیہ ہوگا تو قیاس درست ہوگا اور تعلیل میں تعدیہ نہ ہو تو قیاس فاسد ہوگا حنفیہ کے نزدیک تعلیل اور قیاس ایک ہی چیز ہے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تعلیل یعنی قیاس بغیر تعدیہ کے بھی درست ہے پس شوافع کے نزدیک تعلیل عام ہے اور قیاس خاص، اور قیاس تعلیل کی ایک قسم ہوگا کیونکہ علت کی دو قسمیں ہیں علت متعدیہ جس سے فرع میں حکم ثابت ہو سکے اسی کا نام قیاس ہے اور دوسری قسم علت قاصرہ ہے جو متعدی نہ ہو اور اس سے فرع میں حکم ثابت نہ ہو سکے علت قاصرہ کی مثال ثمنیت ہو حضرت امام شافعیؒ نے سونے اور چاندی میں ربا کی حرمت کیلئے علتِ ثمنیت کا استنباط کیا ہے اور کہا کہ ایک درہم کو دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار کے بدلے فروخت کرنا ناجائز ہوگا کیونکہ حرمت کی علت ثمنیت ہے اور یہ تعلیل حضرت امام شافعیؒ کے یہاں جائز ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں کیونکہ یہ علت متعدی نہیں ہے بلکہ سونے اور چاندی کے ساتھ خاص ہے۔لہٰذا سونے اور چاندی کے علاوہ چیزوں میں تفاضل کے ساتھ فروخت کرنا امام شافعی کے نزدیک حرام نہ ہوگا۔

شوافع کی دلیل:۔۔۔تعلیل یعنی قیاس دوسری شرعی دلیلوں کی طرح ایک دلیل اور ان کی ہم جنس ہے لہٰذا جس طرح قرآن وحدیث عام ہوں یا خاص متعدی ہوں یا غیر متعدی ان سے احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے اسی طرح تعلیل یعنی قیاس بھی ان شرعی دلیلوں کے ہم جنس ہے تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس سے بھی احکام شرعیہ کا اثبات ہوگا متعدی ہو یا قاصرہ ہو۔
حنفیہ کے یہاں علت قاصرہ اگر منصوصہ یا مجمع علیہا ہو تو وہ حجت ہے لیکن اگر منصوصہ یا مجمع علیہا نہ ہو بلکہ مستنبطہ ہو جیسا کہ ثمنیت تو وہ حجت نہیں ہے۔
احناف کی دلیل:۔۔۔دلیل کا حاصل یہ ہیکہ دلیل شرعی کا مفید یقین یا مفید عمل ہونا ضروری ہے یعنی دلیلِ شرعی سے یا تو علم وعمل دونوں واجب ہوگا یا کوئی ایک اسلئے کہ اگر کوئی دلیل مفید یقین بھی نہ ہو اور مفید عمل بھی نہ ہو تو وہ دلیل عبث اور بیکار ہو جائیگی، چنانچہ اس مسئلہ میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تعلیل یعنی قیاس علم یقین کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ وہ ظنی ہے اور ظنی چیز مفید یقین نہیں ہوسکتی اور اس تعلیل سے منصوص علیہ میں عمل بھی واجب اور ثابت نہیں ہوتا کیونکہ منصوص علیہ میں عمل کا وجوب نص سے ثابت ہے علت سے نہیں جب حکم نص سے ثابت ہوگیا اور علت سے ثابت نہ ہوا تو یہ تعلیل یعنی قیاس بغیر فائدہ کے باقی رہی اور یہ دلیل کا عبث اور بیکار ہونا ہے اور دلیل کا عبث ہونا جائز نہیں اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ علت قاصرہ یعنی تعلیل حجت نہیں اور اس سے استدلال جائز نہیں علت متعدیہ کی مثال سکر یعنی نشہ آور ہونا ہے کیونکہ ہم نے شراب کی حرمت پر غور کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ حرمت کی علت سکر ہے اور یہ سکر متعدی ہے خمر کے علاوہ میں بھی اسکا وجود ہے لہٰذا جہاں جہاں یہ علت (سکر) متعدی ہوگی وہاں وہاں حرمت کا حکم بھی متعدی ہوگا۔

حسامی ص(۱۰۶)

وَأَمَّا دَفْعُهُ فَنَقُوْلُ اَلْعِلَلُ نَوْعَانِ طَرْدِيَّةٌ وَمُؤَثِّرَةٌ وَعَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْقِسْمَيْنِ ضُرُوْبٌ مِنَ الدَّفْعِ أَمَّا وُجُوْهُ دَفْعِ الْعِلَلِ الطَّرْدِيَّةِ فَأَرْبَعَةٌ أَلْقَوْلُ بِمُوْجَبِ الْعِلَّةِ ثُمَّ الْمُمَانَعَةُ ثُمَّ بَيَانُ فَسَادِ الْوَضْعِ ثُمَّ الْمُنَاقَضَةُ أَمَّا الْقَوْلُ بِمُوْجَبِ الْعِلَّةِ فَالْتِزَامُ مَا يُلْزِمُهُ الْمُعَلِّلُ بِتَعْلِيْلِهِ۔

عبارت باعراب نقل کر کے ترجمہ کریں۔علت اور علت طردیہ ومؤثرہ کی تعریف کریں۔
شوافع اور احناف کے درمیان اختلاف کو واضح کریں۔القول بموجب العلۃ کی مع مثال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وضاحت کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور بہر حال دفع قیاس تو ہم کہتے ہیں کہ علتوں کی دو قسمیں ہیں۔طردیہ،مؤثرہ اور دونوں قسموں میں سے ہر ایک پر چند طرح کے اعتراضات ہیں بہر حال علل طردیہ کو دفع کرنے کے طریقے چار ہیں قول بموجب العلة پھر ممانعت پھر فساد وضع پھر مناقضہ۔بہر حال قول بموجب العلة سو وہ اس حکم کا التزام ہے جس کو معلل اپنی تعلیل سے لازم کرتا ہے۔

علت کی تعریف:۔۔۔العلة هی الوصف الجامع بین الاصل و الفرع۔علت سے مراد وہ وصف جامع ہے جو مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان مشترک ہو۔

علت طردیہ کی تعریف:۔۔۔العلة الطردیة هی الوصف الذی اعتبر فیه دوران الحکم معه وجوداً عند البعض و وجوداً وعدماً عند البعض الاخر من غیر نظر الی ثبوت اثره فی موضع بنص اور اجماع (علت طردیہ کا مطلب یہ ہے کہ حکم اس کے وجود وعدم کے ساتھ دائر ہو یعنی علت ہو تو حکم ہو اور علت نہ ہو تو حکم نہ ہو۔

علت مؤثرہ کی تعریف:۔۔۔العلة الموثرة ماظهر أثرها بنص او اجماع فی جنس الحکم المعلَّل بها۔(علت مؤثرہ کا مطلب یہ ہے کہ حکم معلل بہا کی جنس میں نص یا اجماع کی وجہ سے اس علت کا اثر ظاہر ہو)

تشریح:۔۔۔اس عبارت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مخالف کے قیاس کو کسی طرح دفع کیا جائے گا چنانچہ فرماتے ہیں کہ علت کی دو قسمیں ہیں (دونوں کی تعریف اوپر ذکر کردی گئی ہے)حضرت امام شافعی علت طردیہ سے استدلال کرتے ہیں جبکہ ہم احناف کے نزدیک علت طردیہ سے استدلال جائز نہیں ہے البتہ علت مؤثرہ سے استدلال درست ہے احناف کے طرف سے علت طردیہ کو دفع کرنے کیلئے اعتراض کئے جاتے ہیں اور شوافع اس کا جواب دیتے ہیں اور شوافع کی طرف سے علت مؤثرہ پر اعتراض کئے جاتے ہیں اور احناف اسکا جواب دیتے ہیں۔ مصنفؒ نے علت طردیہ کو دفع کرنے کے چار طریقے بیان کئے ہیں علت کے حکم کا قائل ہونا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(قول بموجب العلۃ) ممانعت۔فساد وضع کا بیان۔مناقضہ۔قول بموجب العلۃ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخالفِ مستدل کی علت سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو تسلیم کرکے ایسا نکتہ بیان کرنا کہ علت تو وہی رہے البتہ اس کا حکم بدل جائے۔

مثال:۔۔۔شوافع کا یہ کہنا ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر تعیین نیت کے ادا نہیں ہوتا اور اس مسئلہ میں انھوں نے علت طردیہ سے استدلال کیا ہے اور یوں کہتے ہیں کہ رمضان کا روزہ فرض ہے اور فرضیت جہاں ہوگی وہاں تعیین نیت کا حکم ضرور ہوگا مثلاً قضاء کفارہ اور پنجوقتہ نمازیں وغیرہ۔لیکن احناف کا مذہب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ مطلق نیت سے ادا ہوجاتا ہے اب فرضیت کی علت سے ثابت کردہ حکم (تعیین نیت) کو تسلیم کرکے شوافع کے استدلال کو دفع کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ رمضان کا روزہ تعیین نیت کے بغیر ہمارے یہاں بھی درست نہیں حکم (تعیین نیت) کو ہم تسلیم کرتے ہیں البتہ ہم مطلق نیت سے روزہ کے جواز کے قائل اس بنا پر ہیں کہ شارع کی طرف سے یہاں تعیین موجود ہے جب تعیین موجود ہے تو بندے کے تعیین کی ضرورت نہیں مطلق نیت کافی ہے۔

(۲) علت طردیہ کو دفع کرنے کا دوسرا طریقہ ممانعت ہے ممانعت کہتے ہیں سائل معلّل (مستدل) کی دلیل کے تمام یا بعض متعین مقدمات کو قبول کرنے سے انکار کردے (منع السائل مقدمات الدلیل کلھا او بعضھا بالتعین و التفصیل) اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) علت قبول کرنے سے انکار کرنا۔(۲) علت کا وجود تسلیم کرکے اس کے صالح للحکم ہونے کا انکار کرنا۔(۳) نفس حکم کا انکار کرنا۔(۴) وصف کی طرف نسبت کا انکار کرنا۔

مثال:۔۔۔پہلی قسم کی مثال یہ ہے کہ امام شافعی عمداً رمضان کے روزہ کو توڑنے پر کفارہ کی علت جماع قرار دیتے ہیں۔(اگر جماع سے روزہ توڑا ہے تو کفارہ واجب ورنہ نہیں۔) ہم احناف نے کفارہ کی علت جماع کے ہونے کا انکار کردیا اور کہہ دیا کہ علت جماع نہیں بلکہ قصداً افطار کا پایا جانا علت ہے لہٰذا جماع کے علاوہ عمداً کھانے پینے کی صورت میں بھی کفارہ واجب ہوگا۔

مثال:۔۔۔دوسری قسم کی مثال علت کو تسلیم کرکے اس کے صالح للحکم ہونے کا انکار کردینا۔مثلاً امام شافعیؒ باکرہ پر ولایت کی علت بکر قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مردوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے ساتھ نہیں رہی ہے جس کی وجہ سے وہ مصالح نکاح سے ناواقف اور نا تجربہ کار ہے لہٰذا ولایت کی علت بکارت ہوگی۔ ہم احناف یہ کہتے ہیں کہ بکارت کا وجود تو ہمیں تسلیم ہے لیکن یہ وصف صالح للحکم نہیں ہے کیوں کہ بکارت کا اثر کسی دوسری ولایت مال وغیرہ میں ظاہر نہیں ہوا ہے البتہ وصف صغر ولایت نکاح میں علت بننے کی صلاحیت رکھتا ہے کیوں کہ اس کا اثر ولایت مال میں ظاہر ہو چکا ہے۔

مثال:۔۔۔نفس حکم کا انکار کرنا۔ علت بھی تسلیم اس کا صالح للحکم ہونا بھی تسلیم لیکن اس علت سے ثابت کردہ حکم تسلیم نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چہرہ کے غسل کی طرح مسح بھی ایک رکن ہے اور غسل وجہ میں تثلیث ہے اسلئے مسح رأس میں بھی تثلیث مسنون ہوگی۔ احناف کہتے ہیں کہ ہمیں علت (رکنیت) کا وجود تسلیم ہے لیکن اس علت سے تثلیث کا جو حکم نکالا گیا ہے وہ ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں چہرہ میں پورے چہرے کا دھونا فرض ہے اس لئے اکمال کیلئے تثلیث کا حکم دیا گیا ہے برخلاف سر کے مسح کے کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں بلکہ ربع رأس کا مسح فرض ہے لہٰذا یہاں اکمال کیلئے ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کافی ہوگا تثلیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

مثال:۔۔۔چوتھی قسم (سب کچھ تسلیم کر لینا مگر اس وصف کی طرف حکم کی جو نسبت ہے اس کا انکار کر دینا مثلاً احناف یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وضوء میں تثلیث کا حکم علتِ رکنیت کی طرف منسوب ہے کیوں کہ مضمضہ اور استنشاق رکن نہیں ہیں اس کے باوجود یہاں تثلیث مسنون ہے معلوم ہوا کہ وصف کی طرف حکم کی نسبت درست نہیں ہے۔

فساد وضع:۔۔۔فساد وضع سے مراد یہ ہے کہ علت کی بنیاد ہی فاسد ہو یعنی مستدل ایسے وصف کو حکم کی علت قرار دیدے جو وصف اس حکم سے کوئی مناسبت نہ رکھتا ہو بلکہ اس حکم کی ضد کا متقاضی ہو (فساد الوضع ھو کون الوصف آبیا فی نفسہ عن الحکم و مقتضیا لضدہ) اس طور پر کہ نص یا اجماع سے اس وصف کا اس حکم کی ضد کیلئے علت ہونا ثابت ہوتا ہو۔ مثال امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میاں بیوی اگر دونوں کافر ہوں پھر ان میں سے کوئی ایک اسلام لے آئے اور بیوی غیر مدخول بہا ہو تو اسلام لاتے ہی تفریق ہو جائے گی اور اگر مدخول بہا نہ ہو تو تین حیض

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

گزرنے کے بعد تفریق ہوجائے گی گویا شوافع کے نزدیک تفریق کی علت اسلام ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ اسلام تو دو دلوں کو جوڑنے آیا ہے توڑنے نہیں لہٰذا تفریق بین الزوجین کی علت اسلام کو قرار دینا کیسے درست ہوگا؟ یہ تعلیل اپنی وضع اور بنیاد ہی میں فاسد ہے اور مناسب بات یہ ہے کہ تفریق کی علت اباء عن الاسلام ہے اور یہ بالکل معقول ہے۔

مناقضہ:۔۔۔ المناقضة هي تخلف الحكم عن الوصف الذى ادعى كونه علةً سواء كان التخلف لمانع او لغير مانعٍ۔ وهذا عند من لم يجوِّز تخصيصَ العلة۔ وعند من جوَّزه هي تخلّف الحكم عن العلة التي ادعى كونها علةً لا لمانعٍ۔

تشریح:۔۔۔ مناقضہ کی دو تعریفیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) ان حضرات صحابہ کے نزدیک جو تخصیصِ علت کے جواز کے قائل نہیں ہیں ان کی تعریف یہ ہے معلّل اور متدل نے جس وصف کو علت قرار دیا ہے بعض مواقع میں حکم علت سے متخلف ہوجائے یہ تخلف مانع کیوجہ سے ہو یا بغیر مانع کے۔

(۲) یہ تعریف ان حضرات کے نزدیک ہے جو تخصیص علت کے جواز کے قائل ہیں تعریف یہ ہے: معلل اور متدل نے جس وصف کو علت قرار دیا ہے بغیر کسی مانع کے حکم اس سے متخلف ہوجائے جس کی مثال یہ ہیکہ نیت جس طرح تیمم میں ضروری ہے اسی طرح وضوء میں بھی ضروری ہے کیوں کہ تیمم اور وضوء دونوں وصف طہارت میں شریک ہیں جب طہارت میں دونوں شریک تو نیت میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ یہ تعلیل (طہارت) ناپاک بدن اور کپڑے کو دھونے سے ٹوٹ جاتی ہے کہ طہارت تو یہاں موجود ہے جو کہ علت ہے لیکن حکم (نیت کا ضروری ہونا موجود نہیں ہے) الغرض شوافع کی بیان کردہ تعلیل پر یہ نقض ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۱۰۸)

وَأَمَّا الْعِلَلُ الْمُؤَثِّرَةُ فَلَيْسَ لِلسَّائِلِ فِيهَا بَعْدَ الْمُمَانَعَةِ إِلَّا الْمُعَارَضَةُ لِأَنَّهَا لَا تَحْتَمِلُ الْمُنَاقَضَةَ وَفَسَادَ الْوَضْعِ بَعْدَ مَا ظَهَرَ أَثَرُهَا بِالْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور واضح مطلب لکھیں۔ خط کشیدہ الفاظ کے اصطلاحی معنی بتلائیں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ بہر حال علل مؤثرہ تو سائل کیلئے اس میں ممانعت کے بعد صرف معارضہ کا حق ہے کیوں کہ علل مؤثرہ مناقضہ اور فساد وضع کا احتمال نہیں رکھتی ہیں بعد اس کے کہ ان کا اثر کتاب یا سنت یا اجماع سے ظاہر ہو چکا ہو۔

تشریح:۔۔۔ مصنف ؒ نے علت کی دو قسمیں بیان فرمائی تھیں: علت طردیہ۔ علت مؤثرہ۔ ہمارے یہاں علل طردیہ سے استدلال جائز نہیں امام شافعی کے یہاں جائز ہے اور علت مؤثرہ سے ہمارے نزدیک بھی استدلال جائز ہے یہاں سے ان طریقوں کو بیان کیا گیا ہے جن سے علت مؤثرہ پر نقض وارد کیا جاسکتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ علت مؤثرہ میں معترض کیلئے ممانعت کے بعد صرف معارضہ کا حق ہے یعنی علت مؤثرہ پر دفع کی چار وجوہ میں سے ممانعت کے بعد کی وجہوں کے ذریعہ نقض وارد نہیں کیا جاسکتا ہے اس عبارت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ علت مؤثرہ پر ممانعت اور ممانعت سے پہلی وجہ دفع (قول بموجب العلۃ) کے ذریعہ نقض وارد کیا جاسکتا ہے البتہ علت مؤثرہ کا اثر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع کے ذریعہ ظاہر ہو چکا ہو تو وہ علت مؤثرہ مناقضہ اور فساد وضع کا احتمال نہیں رکھتی ہے کتاب اللہ سے ظاہر ہونے والے اثر کی مثال الخارج من البدن یہ حدث کی علت ہے او جاء احدمنکم کیوجہ سے حدیث پاک سے جس کی تاثیر ظاہر ہو: مثال: طواف یہ عدم نجاست کی علت ہے سور سواکن البیوت میں انها من الطوافین علیکم کیوجہ سے اجماع سے جس کی تاثیر ظاہر ہو میں۔ مثال اتلاف یہ تیسری مرتبہ چور کے ہاتھ نہ کاٹنے کی علت ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

علل مؤثرہ کی تعریف :۔۔۔العلة المؤثرة ماظهر أثرها بنص أوإجماع فی جنس الحكم المعلل بها كطواف الهرة۔

الممانعة :۔۔۔هی منع المسائل مقدمات الدليل كلها او بعضها بالتعين والتفصيل۔

المعارضة:۔۔۔وهی إقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليل عليه الخصم۔

المناقضة :۔۔۔وأما المناقضة وهی تخلُّف الحكم عن الوصف الذی ادعى كونه علةً سواء كان التخلف لمانع او لغير مانع (وهذا عند من لم يجوِّزْ تخصيص العلة)

وعند من جوَّزَهُ:۔۔۔هی تخلُّف الحكم عن العلة التی ادعى كونها علةً لمانع۔

فساد الوضع:۔۔۔وهو كون الوصف فی نفسه آبيا عن الحكم ومقتضيا لضده۔

حسامی ص(۱۱۳)

وَإِذَا أَقَامَتِ الْمُعَارَضَةُ كَانَ السَّبِيلُ فِيهِ التَّرْجِيحُ وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ فَضْلِ أَحَدِ الْمِثْلَيْنِ عَلَى الْآخَرِ وَصْفاً حَتَّى قَالُوْا إِنَّ الْقِيَاسَ لَا يَتَرَجَّحُ بِقِيَاسٍ آخَرَ وَ كَذٰلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَإِنَّمَا يَتَرَجَّحُ الْبَعْضُ عَلَى الْبَعْضِ بِقُوَّةٍ فِيهِ۔

عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔اور مفہوم تحریر کریں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور جب معارضہ قائم ہو جائے تو اس میں (چھٹکارے) کی راہ ترجیح ہے اور ترجیح احدالمثلین کو آخر پر وصف کے اعتبار سے فضیلت دینا ہے حتی کہ اہل اصول نے کہا ہے کہ ایک قیاس دوسرے قیاس کی وجہ سے راجح نہ ہوگا اور ایسے ہی کتاب وسنت ہے اور بعض ؛ بعض پر ایسی قوت کی وجہ سے راجح ہوگا جو اس بعض میں ہے۔

معارضہ کی تعریف:۔۔۔هی إقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليلَ عليه الخصم۔

معارضہ کہتے ہیں کہ مدعیٔ مستدل نے جس دعوی پر دلیل قائم کی ہے معارض کا اس کے خلاف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پر دلیل قائم کرنا۔

ترجیح کی تعریف:۔۔۔الترجیح عبارۃ عن فضل احد المثلین علی الاخر وصفا۔

ترجیح نام ہے دو برابر کی دلیلوں میں سے ایک کو دوسرے پر کسی خاص وصف کیوجہ سے فضیلت دینا۔

تشریح:۔۔۔معارضہ جب وجود پذیر ہو جائے تو اس کو کس طرح دفع کیا جائے گا؟ اس کو یہاں سے بیان فرماتے ہیں پس جب دو دلیلیں آپس میں ایک دوسرے کے معارض ہو جائیں اور معارضہ کا تحقق ہو جائے تو ترجیح کی صورت اختیار کی جائے گی (یہ دیکھا جائے گا کہ کہ کسی میں کوئی ایسا خاص وصف ہے کہ نہیں جو دوسرے میں موجود نہیں ہے) اگر کوئی خاص وصف موجود ہو تو اسی وصف کی بنیاد پر ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دیدیں گے۔ایک قیاس دوسرے معارض قیاس پر راجح نہیں ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ ترجیح کی بنیاد وصف مرجح ہوتا ہے نہ کہ تعدد دلیل جب دو قیاس معارض ہو گئے اور ایک قیاس کو دوسرے قیاس پر کسی تیسرے قیاس کو مؤید بنا کر ترجیح دیں گے تو یہ ترجیح تعدد دلیل کی بناء پر ہوگا نہ کہ "ترجیح بالوصف المرجح" اور "ترجیح بتعدد الدلیل" جائز نہیں ہے اور اس صورت میں ہر قیاس دلیل ہے۔اسی کو مصنف نے اپنے قول لا یترجح القیاس سے اخیر تک کی عبارت میں بیان فرمایا ہے۔اس کی مثال کے طور پر مصنف نے فرمایا ہے کہ چند زخموں والے کو ایک زخم والے پر ترجیح نہیں دیں گے کیوں کہ جس طرح یہ ممکن ہے کہ چند زخم والوں کی موت زخم کی وجہ سے ہو جائے اور زخمی کرنے والے پر دیت واجب ہو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے ایک زخم والا اسی ایک زخم کیوجہ سے مرجائے اور زخمی کرنے والے پر پوری دیت واجب ہو تو ان میں سے ہر ایک دیت کے وجوب کیلئے مستقل دلیل ہے لہٰذا دلیل کی بنیاد پر ترجیح نہیں ہوگی بلکہ وصف مرجح کی بنیاد پر ترجیح ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۱۱۳)

وَإِذَا قَامَتِ الْمُعَارَضَةُ كَانَ السَّبِيلُ فِيهِ التَّرْجِيحَ وَالَّذِي يَقَعُ بِهِ التَّرْجِيحُ أَرْبَعَةٌ أَلتَّرْجِيحُ بِقُوَّةِ الْأَثَرِ أَلتَّرْجِيحُ بِقُوَّةِ ثَبَاتِهِ عَلَى الْحُكْمِ الْمَشْهُودِ بِهِ وَالتَّرْجِيحُ بِكَثْرَةِ الْأُصُولِ وَالتَّرْجِيحُ بِالْعَدَمِ عِنْدَ عَدَمِهِ وَهُوَ أَضْعَفُ وُجُوهِ التَّرْجِيحِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔ معارضہ اور ترجیح کی تعریف لکھکر مذکورہ وجوہ ترجیح کی مع امثلہ وضاحت کیجئے۔ نیز ترجیح بالعدم کی وجہِ ضعف تحریر کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور جب معارضہ قائم ہوجائے تو اس میں (چھٹکارے) کی راہ ترجیح ہے اور وہ چیز جس کیوجہ سے ترجیح واقع ہوتی ہے چار ہیں قوت اثر کیوجہ سے ترجیح۔اور ترجیح ہوتی ہے ثبات وصف کی قوت سے اس حکم پر جس پر اس کو شاہد بنایا گیا ہے اور ترجیح کثرتِ اصول سے۔اور ترجیح واقع ہوتی ہے عدم حکم سے عدم وصف کے وقت اور یہ وجوہ ترجیح میں سے ضعیف ترین ہے۔

معارضہ کی تعریف:۔۔۔تقابل الحجتین المتساویین بوجہ لایمکن الجمع بینھما بوجہ من الوجوہ۔

ترجیح کی تعریف:۔۔۔الترجیح عبارۃ عن فضل أحد المثلین علی الآخر وصفاً۔

تشریح:۔۔۔معارضہ کے بیان سے فارغ ہوکر مصنف نے دفعِ معارضہ کے بیان کو شروع فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر دو قیاسی دلیلیں ایک دوسرے کے معارض ہوجائیں تو اس تعارض کو دور کرنے کیلئے ترجیح کا راستہ اختیار کیا جائے گا اور ترجیح جن امور کے ذریعہ دی جاتی ہے وہ چار ہیں:

(۱)الترجیح بقوۃ الاثر ۔اگر دو قیاس جو مؤثر ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے تعارض ہیں لیکن ایک کی تاثیر دوسرے کی بہ نسبت قوی ہے تو قوی التاثیر کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی مثلاً اگر قیاس اور استحسان (قیاس خفی) کا تعارض ہوجائے تو قیاس خفی (استحسان) کا اثر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

چوں کہ زیادہ قوی ہوتا ہے اس لئے اس کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی، مثال: ''من مس ذکرہ فلیتوضأ'' یہ خبر واحد ہے اور نص کتاب ''فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا'' کے مخالف ہے کیوں کہ یہ آیت استنجاء بالماء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور استنجاء بالماء مس ذکر کے بغیر ممکن نہیں پس اگر مس ذکر ناقض ہوتا تو استنجاء بالماء سے طہارت حاصل نہ ہوتی حالاں کہ استنجاء بالماء سے اعلی درجہ کی طہارت حاصل ہوتی ہے جب یہ خبر واحد کتاب اللہ کے معارض اور مخالف ہے اور کوئی تاویل ممکن نہیں لہٰذا یہ متروک اور غیر مقبول ہوگی۔

نوٹ:۔۔۔حدیث مس ذکر کی صحیح تاویل ممکن ہے اس طرح کہ فلیتوضأ میں وضوء سے وضوء لغوی (ہاتھ دھونا) مراد لیا جائے اس تاویل کے بعد مس ذکر کا ناقض وضو ہونا لازم نہیں آئے گا۔

(۲) خبر واحد حدیث مشہور کے مخالف نہ ہو اسلئے کہ حدیث مشہور خبر واحد کے مقابلہ میں اقوی ہے اور تعارض کیلئے دونوں کا مساوی ہونا ضروری ہے جب خبر مشہور اور خبر واحد میں تعارض نہیں ہوسکتا تو اقوی (خبر مشہور کے مقابلہ میں خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا اور وہ غیر مقبول ہوگی۔

مثال:۔۔۔انہ علیہ السلام قضی بشاھد ویمین۔ یہ خبر واحد ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ فرمادیا اور یہ خبر واحد خبر مشہور کے مخالف ہے البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر۔ کیوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں تقسیم ہے بینہ پیش کرنا مدعی کا کام ہے اور قسم (یمین) یہ مدعی علیہ کا کام ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ خبر واحد یہاں خبر مشہور کے مخالف ہے لہٰذا متروک اور غیر مقبول ہوگی۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ خبر واحد ایسے حادثہ اور واقعہ میں وارد ہو جس میں عموم بلوی نہ ہو اسلئے کہ اگر اس حادثہ میں عام لوگ مبتلا ہوں تو خبر کیلئے ضروری ہے کہ وہ متواتر یا مشہور ہو کیوں کہ اس خبر کے عام لوگ محتاج ہوں گے لہٰذا اس حدیث کا علم سب کو ہونا چاہیے پس اگر کسی حادثہ میں عموم بلوی ہونے کے باوجود اس میں وارد شدہ حدیث اخبار آحاد میں سے ہے اور اس کو ایک دو آدمی ہی نقل کرتے ہیں اور وہ حدِ شہرت کو نہیں پہنچی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خبر کسی کا سہو ہے یا منسوخ ہے اور ان دونوں صورتوں میں خبر واحد کو ترک کر دیا جاتا ہے اور وہ غیر مقبول ہوتی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیکن امام شافعی اور عام اصولیوں کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ خبر واحد مسند سے ثابت ہو تو اس کو قبول کر لیا جائے گا یہی محدثین کا مذہب ہے۔

مثال:۔۔۔نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ بالجہر پڑھنا ثابت ہے حالانکہ نماز میں عموم بلوی ہوتا ہے سب لوگ شریک ہوتے ہیں پیغمبر علیہ السلام جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھتے تو اس روایت کو نقل کرنے والے بہت سے حضرات ہوتے لیکن یہ نہ تواتر کی حد کو پہنچتی ہے اور نہ حد شہرت کو لہٰذا ہمارے نزدیک بالجہر بسم اللہ کی حدیث (خبر واحد) متروک اور غیر مقبول ہوگی۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ جس واقعہ یا حادثہ میں خبر وارد ہوتی ہے اس میں صحابہ کا اختلاف ہوا اور تمام صحابہ اس حدیث سے استدلال ترک کر دیں تو یہ خبر واحد بھی غیر مقبول اور متروک ہوگی کیونکہ اس حادثہ میں اختلاف کے باوجود صحابہ کا اس حدیث سے استدلال ترک کر دینا جبکہ اس سے استدلال کی ضرورت تھی یہ اس بات کی علامت ہے کہ حضرات صحابہ کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور جو حدیث صحابہ کے نزدیک ثابت نہ ہو وہ کیسے مقبول ہو سکتی ہے؟ مثال:۔ ایک حدیث ہے الطلاق بالرجال طلاق میں مردوں کی حالت معتبر ہے آزاد اور غلام ہونے میں اگر آزاد ہے تو تین طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر غلام ہو تو اس کو دو طلاق کا اختیار ہوگا صحابہ کا اس باب میں اختلاف ہوا ایک جماعت طلاق میں مرد کی حالت کا اعتبار کرتی ہے یہی امام شافعیؒ کا قول ہے جب کہ صحابہ کی دوسری جماعت کہتی ہے طلاق میں اعتبار عورتوں کی حالت کا ہے یہی احناف کا مذہب ہے اور صحابہ کرام میں اختلاف کے باوجود اس حدیث سے کسی نے استدلال نہیں کیا ہے پس اگر یہ حدیث صحابہ کے نزدیک ثابت ہوتی ہے تو بعض صحابہ اس حدیث سے ضرور استدلال کرتے کسی کا استدلال نہ کرنا ضرورت کے باوجود یہ اس خبر واحد کے ثابت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ یہ ان چار شرطوں کا بیان ہے جن کا تعلق نفس خبر سے ہے۔

شرائط اربعہ فی المخبر کا بیان:۔۔۔خبر واحد کے موجب عمل ہونے کیلئے مخبر کے اندر بھی چار شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) راوی (مخبر) مسلمان ہو لہٰذا کافر کی خبر مقبول نہ ہوگی (۲) راوی عادل ہو (ممنوعات دین

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سے بچتا ہو اور دین مستقیم پر چلتا ہو) لہٰذا فاسق کی خبر مقبول نہ ہوگی (۳) راوی کامل العقل ہو (لہٰذا معتوہ نابالغ کی خبر پر عمل کرنا واجب نہ ہوگا (۴) راوی ضابط ہو لہٰذا غافل اور سہو ونسیان والے کی خبر پر عمل کرنا ضروری نہ ہوگا (ضابط کہتے ہیں کلام کو پورے طور پر سنے سمجھے اور محفوظ رکھے)۔

وجوہ ترجیح میں سے دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ وصف مؤثر کا ثبات اس حکم پر قوی ہو جس کے ساتھ یہ وصف متعلق ہے۔ جس حکم پر اس وصف کو شاہد بنایا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم ہو دوسرے قیاس کے وصف سے پس جس قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم ہوگا اس کو ترجیح دی جائے گی اور جس قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم نہ ہو اس کو مرجوح قرار دیا جائے گا مثال اس کی یہ ہے کہ شوافع مسح رأس کے تکرار کو مسنون کہتے ہیں اور مسح کو قیاس کرتے ہیں دیگر اعضاء کے غسل پر اور اس کی علت رکنیت کو قرار دیتے ہیں جس طرح اعضائے وضو میں تکرار غسل اور تثلیث مسنون ہے کیوں کہ یہ چیزیں رکن ہیں اسی طرح رکن ہونے کی وجہ سے مسح رأس میں بھی تکرار اور تثلیث کو مسنون کہتے ہیں جب کہ احناف کا مذہب مسح کے عدم تکرار کا ہے اور احناف نے مسح رأس کو قیاس کیا ہے مسح خفین پر اور اس کی علت مسح کو قرار دیا جس طرح مسح ہونے کی وجہ سے مثلاً مسح علی الخفین وغیرہ میں تکرار نہیں ہے بلکہ تخفیف مسنون ہے اسی طرح مسح ہونے کی وجہ سے مسح رأس میں بھی عدم تکرار اور عدم تثلیث مسنون ہوگا اور شوافع کی بیان کردہ علت رکنیت اس حکم تکرار کیلئے زیادہ لازم نہیں ہے کیوں کہ یہ وصف رکنیت عام ہے اور وضو کے علاوہ دیگر چیزوں کے ارکان کو بھی شامل ہے اور دیگر جگہ نماز وغیرہ میں رکن ہونے کے باوجود تکرار نہیں ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ تکرار کی علت رکنیت نہیں ہے اور ہماری علت (مسح) یہ ہر جگہ تخفیف اور عدم تکرار کی علت ہے مثلاً مسح علی الخفین، تیمم، مسح علی الجبیرہ وغیرہ اس سے ثابت ہو گیا کہ وصف (مسح) اپنے حکم عدم تکرار کے ساتھ زیادہ لازم ہے لہٰذا وصف مسح کو علت بنا کر جو قیاس کیا گیا ہے وہ راجح ہوگا اور وصف رکنیت کو علت بنا کر جو قیاس کیا گیا ہے وہ مرجوح ہوگا۔

تیسری وجہ ترجیح کثرت اصول ہے یہاں اصل سے مراد مقیس علیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اگر ایک قیاس کے وصف مؤثر اور علت کا شاہد ایک مقیس علیہ ہے اور دوسرے قیاس کے وصف مؤثر اور علت کے کئی شواہد مقیس علیہ ہیں تو متعدد شواہد والے قیاس کو ترجیح دی جائے گی مثلاً سابقہ مثال میں ہی وصف مسح کی شہادت تین مقیس علیہ دیتے ہیں (۱) مسح علی الخفین (۲) مسح علی الجبیرہ (۳) تیمم اور وصف رکنیت کی شہادت صرف ایک مقیس علیہ دیتا ہے (وضوء کے اعضائے مغسولہ پس وصف مسح کی وجہ سے عدم تثلیث میں مسح رأس کو کثرت شواہد کی وجہ سے مسح کی دوسری صورتوں پر قیاس کرنا راجح ہوگا اور وصف رکنیت کیوجہ سے تثلیث میں مسح رأس کو دیگر اعضائے مغسولہ پر قیاس کرنا مرجوح ہوگا اور متعدد شواہد والے قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔ (۴) ترجیح کی چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر وصف معدوم ہو تو حکم معدوم ہو جائے اور وصف موجود ہو تو حکم بھی موجود ہو اسی کا نام طرد وعکس ہے پس جس وصف میں طرد وعکس دونوں متحقق ہوتے ہوں وہ زیادہ قوی ہوتا ہے لہذا اسے اس وصف پر ترجیح ہوگی جس میں صرف طرد متحقق ہوتا ہو اگر وصف موجود ہو تو حکم موجود ہو۔ مثال اسکی یہ ہے کہ مسح رأس میں احناف کا قول یہ ہے کہ یہ مسح ہے اسلئے اس میں تکرار مسنون نہیں ہے پس اسکا عکس یہ ہوگا کہ جو مسح نہ ہو اس میں تکرار مسنون ہے لیکن اس کا عکس نہیں ہو سکتا یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو رکن نہ ہو اس میں تکرار مسنون نہیں ہے کیوں کہ وضوء میں کلی کرنا وغیرہ رکن نہیں ہیں مگر اس کے باوجود تکرار مسنون ہے شوافع کا یہ وصف مرجوح ہوگا کیوں کہ اس میں صرف طرد متحقق ہوتا ہے جبکہ احناف کے وصف میں طرد وعکس دونوں متحقق ہوتا ہے۔

اس ترجیح کا وجہ ضعف:۔۔۔ یہ طریقہ ترجیح ضعیف ہے کیوں کہ عدم کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ عدم لاشے ہے۔ لہذا اس کی ساتھ ترجیح کیسے متعلق ہو سکتی ہے؟ مگر اس کے باوجود ترجیح کی یہ قسم عام اصولیین کے نزدیک صحیح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۱۲۱)

وَأَمَّا الْعِلَّةُ فَهِيَ فِي الشَّرِيعَةِ عِبَارَةٌ عَمَّا يُضَافُ إِلَيْهِ وُجُوبُ الْحُكْمِ ابْتِدَاءً وَذٰلِكَ مِثْلُ الْبَيْعِ لِلْمِلْكِ وَالنِّكَاحِ لِلْحِلِّ وَالْقَتْلِ لِلْقِصَاصِ وَلَيْسَ مِنْ صِفَةِ الْعِلَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ تَقَدُّمُهَا عَلَى الْحُكْمِ بَلِ الْوَاجِبُ إِقْتِرَانُهُمَا مَعًا وَذٰلِكَ كَالْإِسْتِطَاعَةِ مَعَ الْفِعْلِ عِنْدَنَا وَإِذَا تَرَاخَى الْحُكْمُ لِمَانِعٍ كَمَا فِي الْبَيْعِ الْمَوْقُوفِ وَالْبَيْعِ بِشَرْطِ الْخِيَارِ كَانَ عِلَّةً إِسْمًا وَمَعْنًى لَا حُكْمًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔علت کے لغوی اور اصطلاحی معنی لکھئے اور مطلب لکھتے ہوئے امثلہ کی وضاحت کیجئے نیز علت اسماً ومعناً وحکماً کی تشریح کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔ اور بہر حال علت سو یہ شریعت میں اس چیز کا نام ہے جس کی طرف وجوب حکم ابتداءً منسوب کیا جاتا ہے اور یہ جیسے ملک کیلئے بیع ہے اور حلت کیلئے نکاح ہے اور قصاص کیلئے قتل ہے اور علت حقیقیہ کی صفت اس کا حکم پر مقدم ہونا نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا ایک ساتھ ملنا واجب ہے اور یہ جیسے ہمارے نزدیک فعل کے ساتھ استطاعت ہے پس جب کسی مانع کیوجہ سے حکم مؤخر ہو گیا جیسا کہ بیع موقوف اور بیع بشرط الخیار میں تو بیع علت ہوگی اسم اور معنی کے اعتبار سے نہ کہ حکم کے اعتبار سے۔

علت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ العلة فی اللغة عند البعض اسم لعارض یتغیر به وصف المحل لعروضه لاعن اختیار کالمرض۔وقیل هی مایؤثر فی أمر من الأمور سواء کان ذاتا او صفة وسواء أثر فی الفعل أو الترک۔وفی الاصطلاح ای فی اصطلاح الشریعة عبارة عما یضاف الیه وجوب الحکم۔

تشریح:۔۔۔احکام مشروعہ کے متعلقات کی دوسری قسم علت ہے شریعت میں علت اس عارض کا نام ہے جس کی وجہ سے محل کا وصف متغیر ہو جاتا ہے جیسے کہ مرض۔بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ جو کسی امر میں مؤثر ہو خواہ ذات کے اعتبار سے یا وصف کے اعتبار سے خواہ فعل میں مؤثر ہو یا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ترک فعل میں۔اور شریعت کی اصطلاح میں علت نام ہے اس چیز کا جس کی طرف ابتداءً ہی وجوب حکم منسوب ہوتا ہو۔

علت کی حقیقت میں تین امور ملحوظ ہوتے ہیں:۔۔۔

(۱)علت کو شریعت میں حکم کیلئے وضع کیا گیا ہو اور وہ حکم اس کی طرف بلاواسطہ منسوب ہوتا ہو۔(۲)اس حکم کو ثابت کرنے میں وہ علت مؤثر ہو۔(۳)حکم وجود علت کے ساتھ متصلاً ثابت ہوجاتا ہو۔(جوں ہی علت پائی جائے بلا تاخیر حکم ثابت ہوجائے)

اگر یہ تینوں باتیں علت میں جمع ہوجائیں تو وہ علت تامہ کہلائے گی اور اگر بعض موجود ہوں اور بعض موجود نہ ہوں تو علت ناقصہ کہلائے گی۔تین چیزوں میں سے امر اول کے اعتبار سے اسماً علت اور امر ثانی کے اعتبار سے معنیً علت اور ثالث کے اعتبار سے حکماً علت کہیں گے۔

مصنف علت کاملہ کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیع شرعاً ملک کی علت ہے اور بیع اسماً اسلئے علت ہے کہ بیع ثبوت ملک کیلئے موضوع ہے اور ثبوت ملک اسی کی طرف منسوب ہے اور معنیً اسلئے علت ہے کہ بیع ثبوت ملک میں مؤثر ہے اور اس کی مشروعیت بھی ملک ہی کیلئے ہوئی ہے اور حکماً اسلئے علت ہے کہ بیع کے تحقق کے ساتھ ہی بلا تاخیر حکم (ملک) ثابت ہوجاتا ہے اسی طرح نکاح حلت کیلئے اور قتل قصاص کیلئے علت تامہ ہے اور وہ اسماً علت ہے اسلئے کہ نکاح کی وضع حلت کیلئے اور قتل قصاص کیلئے موضوع ہے اور حلت نکاح میں اور قصاص قتل میں اسی کی طرف منسوب ہے اور معنیً اسلئے کہ نکاح حلت میں اور قتل قصاص میں مؤثر ہے اور حکماً اسلئے علت ہے کہ نکاح کے تحقق کیساتھ حلت اور قتل کے تحقق کے ساتھ قصاص ثابت ہوجاتا ہے۔

قولہ: ولیس من صفۃ العلۃ:۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ علت کاملہ تامہ کا حکم پر مقدم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ علت تامہ کاملہ اور حکم کا دونوں کا ساتھ ساتھ پایا جانا ضروری ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک استطاعت (قدرت) کا فعل کے ساتھ مقارن ہوکر پایا جانا ضروری ہے اسی طرح احناف کے یہاں علت شرعیہ (علت کاملہ) اور حکم کا مقترن ہوکر پایا جانا ضروری ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قولہ: فاذاتراخی الحکم:۔ یہاں سے علت ناقصہ کے اقسام کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی مانع کیوجہ سے حکم علت سے مؤخر ہوجائے تو وہ علت ناقصہ ہوگی تامہ نہیں جیسا کہ بیع موقوف اور بیع بشرط الخیار میں اسماً اور معنیً علت ہے لیکن حکماً علت نہیں ہے کیوں کہ بیع موقوف (بغیر اجازتِ مالک بیچنا اور بیع بشرط الخیار میں ثبوت ملک اجازت ملنے تک اور خیار ساقط ہونے تک مؤخر ہوجاتا ہے یہاں اسماً تو اس لئے علت ہے کہ بیع ثبوت ملک کیلئے موضوع ہے اور ثبوت ملک اس کی طرف مضاف ہے اور معنیً اس لئے علت ہے کہ بیع ثبوت ملک میں مؤثر ہے اور حکماً اس لئے علت نہیں ہے کہ بیع موقوف میں حکم (ثبوت ملک) مالک کی اجازت تک مؤخر رہتا ہے اور بیع بشرط الخیار میں خیار کے ساقط ہونے تک اور حکماً علت ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وجود علت کے ساتھ متصلاً حکم ثابت ہوجائے اور یہاں حکم متصلاً ثابت نہیں ہورہا ہے بلکہ مؤخر ہوگیا ہے لہٰذا یہ حکماً علت نہ ہوگی۔

حسامی ص (۱۲۵)

وَإِقَامَةُ الشَّيئِ مَقَامَ غَيرِهٖ نَوعَانِ: أَحَدُهُمَا إِقَامَةُ السَّبَبِ الدَّاعِيْ مَقَامَ الْمَدْعُوِّ كَمَا فِيْ السَّفرِ وَالْمَرَضِ، وَالثَّانِي إِقَامَةُ الدَّلِيلِ مَقَامَ الْمَدْلُولِ كَمَا فِيْ الْخَبَرِ عَنِ الْمَحَبَّةِ أُقِيمَ مَقَامَ الْمَحَبَّةِ فِي قَولِهٖ: إِنْ أَحْبَبْتِنِي فَأَنْتِ طَالِقٌ، وَكَمَا فِيْ الطُّهرِ أُقِيمَ مَقَامَ الْحَاجَةِ فِيْ إِبَاحَةِ الطَّلَاقِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں: بتائیں کہ سفر اور مرض رخصت کیلئے کس معنیٰ کر علت ہیں؟ وان احببتنی فانت طالق کہنے کی صورت میں طلاق کب واقع ہوگی اور کیوں؟ طلاق جو ممنوع ہے طہر میں کیوں مباح ہوجاتی ہے؟ بوضاحت جواب لکھیں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔۔اور شئی کا اپنے غیر کے قائم مقام ہونا دو قسم پر ہے ان میں سے ایک سبب داعی کو مدعو کے قائم مقام کرنا ہے جیسے سفر اور مرض میں اور ثانی دلیل کو مدلول کے قائم مقام کرنا ہے جیسا کہ محبت کی خبر میں محبت کی خبر کو محبت کے قائم مقام کردیا ہے شوہر کے قول ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

احببتنی فانت طالق میں اور جیسے طہر میں کہ اس کو اباحت طلاق میں حاجت کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

تشریح:۔۔۔یہاں سے مصنفؒ نے علت کی اس قسم کی مثال بیان کی ہے جو اسماً اور حکماً تو علت ہو لیکن معناً علت نہ ہو اس کی مثال سفر ہے جو رخصت کی اسماً اور حکماً علت ہے، اسماً اس طرح کہ رخصت سفر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور حکماً اس طرح کہ رخصت (حکم) نفس سفر سے ثابت ہو جاتا ہے، البتہ معنیٰ علت نہیں ہے کیوں کہ رخصت کی علت مشقت ہے نہ کہ سفر البتہ سفر سبب مشقت ہے اور مشقت ایک مخفی چیز ہے لہٰذا شریعت نے بندوں کی آسانی کیلئے سبب مشقت یعنی سفر کو مشقت کے قائم مقام بنا کر علت رخصت قرار دیدیا ہے اسلئے کہ سفر عموماً مشقت سے خالی نہیں ہوتا۔ مصنف ضمناً ایک شئے کو دوسری شئے کے قائم مقام بنانے کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں سبب داعی کو مدعو کے قائم مقام بنادیا جائے (سبب کو مسبب کا درجہ دیدیا جائے) اس کی مثال سفر اور مرض ہے کہ سفر مشقت کا سبب داعی ہے تو اس کو مشقت کے قائم مقام بنادیا گیا۔ اسی طرح مرض ہے کہ مرض تلف اور ازدیاد مرض کا سبب داعی ہے لیکن یہ دونوں چیزیں مخفی امور میں سے ہیں لہٰذا نفس مرض کو تلف اور ازدیاد مرض کے قائم مقام بنادیا گیا اور رخصت کا حکم بھی اسی طرف منسوب ہوا کہ رخصت کی علت مرض ہے۔

قولہ: ان احببتنی:۔۔۔دوسری قسم قائم مقام بنانے کی یہ ہوتی ہے کہ دلیل کو مدلول کے قائم بنایا جائے اس مثال (ان احببتنی فانت طالق) میں عورت کے محبت کی خبر دینے کو محبت کے قائم مقام بنادیا گیا ہے کیوں کہ محبت ایک قلبی چیز ہے جس پر باخبر ہونا ممکن نہیں لہٰذا محبت کی خبر (دلیل محبت) کو محبت کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اور صورت مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے یہ جملہ کہہ دے کہ اگر تو مجھ سے محبت کرے گی تو تجھے طلاق پھر بیوی نے کہہ دیا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں تو طلاق واقع ہو جائیگی کیوں کہ بیوی کا یہ کہنا دلیل محبت ہے جس کو مدلول (محبت) کی جگہ رکھدیا گیا ہے لہٰذا بیوی کے یہ خبر دیتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی۔

قولہ: وکمافی الطھر الخ:۔۔۔دوسری مثال طہر خالی عن الجماع کی ہیکہ اس کو حاجت طلاق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کا درجہ دے کر طلاق کو مباح کیا گیا ہے حالانکہ طلاق اگر چہ مباح ہے مگر اسکے باوجود محظور (ممنوع) ہے لیکن حاجت اور ضرورت ایک باطنی چیز ہے اس سے باخبر نہیں ہوا جا سکتا ہے اسلئے طہر خالی عن الجماع جو کہ بیوی سے رغبت کا زمانہ ہے اقدام علی الطلاق کو حاجت طلاق کے قائم مقام کر کے یہ کہہ دیا گیا کہ رغبت کے زمانہ میں جب شوہر طلاق دے رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ کسی حاجت کی بناء پر ہی طلاق دے رہا ہوگا اور طلاق ممنوع کو حاجت کی وجہ سے مباح کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ممنوع طلاق کے طہر میں مباح ہونے کی علت حاجت اور ضرورت ہے۔

حسامی ص (۱۳۳)

وَأَمَّا أَهْلِيَّةُ الْوُجُوْبِ فَبِنَاءٌ عَلٰى قِيَامِ الذِّمَّةِ فَإِنَّ الْآدَمِيَّ يُوْلَدُ وَلَهٗ ذِمَّةٌ صَالِحَةٌ لِلْوُجُوْبِ لَهٗ وَعَلَيْهِ بِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ بِنَاءً عَلَى الْعَهْدِ الْمَاضِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ـــ الآية" وَقَبْلَ الْإِنْفِصَالِ هُوَ جُزْءٌ مِنْ وَجْهٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذِمَّةٌ مُطْلَقَةٌ حَتّٰى صَلُحَ لِيَجِبَ لَهُ الْحَقُّ وَلَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ وَإِذَا انْفَصَلَ وَظَهَرَتْ لَهٗ ذِمَّةٌ مُطْلَقَةٌ كَانَ أَهْلًا لِلْوُجُوْبِ لَهٗ وَعَلَيْهِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مطلب بیان کرتے ہوئے پوری آیت کا مفہوم لکھیں۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ اہلیت کی دو قسمیں ہیں، اہلیت وجوب اور اہلیت ادا، بہر حال اہلیت وجوب تو وہ ذمہ کے قیام پر مبنی ہے اسلئے کہ آدمی پیدا ہوتا ہے اور باجماع فقہاء اس کیلئے ذمہ صالحہ ہوتا ہے اس کیلئے اور اس پر وجوب کے واسطے اور یہ ذمہ ثابت ہوتا ہے عہد الست پر بنا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "واذ أخذ ربک من بنی آدم من ظھور ھم ذریتھم" اور ماں سے جدا ہونے سے پہلے وہ من وجہ جزء ہے لہٰذا اس کیلئے ذمہ کاملہ نہیں ہوگا حتی کہ وہ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کیلئے حق ثابت ہو اور اس پر ثابت نہ ہو اور جب وہ ماں سے جدا ہو گیا اور اس کیلئے ذمہ کاملہ ظاہر ہو گیا تو وہ اپنے لئے اور اپنے اوپر وجوب کا اہل ہو گیا۔

اہلیت کی تعریف:۔۔۔ وھی عبارۃ عن کون الانسان بحیث یصلح ان یکون محط

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نزول الأحكام الشرعية أو التكليف وقيل هی عبارة عن صلاحية الانسان لوجوب الحقوق المشروعة له وعليه۔

تشریح:۔۔۔انسان کے کسی چیز کی اہلیت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات کا اہل ہو یعنی وہ صلاحیت رکھتا ہو کہ وہ شی اس سے صادر ہو سکے اور شریعت میں اہلیت کہا جاتا ہے کہ آدمی کیلئے اور آدمی پر حقوق شرعیہ واجب کئے جا سکتے ہوں۔

اہلیت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اہلیت وجوب (۲) اہلیت ادا۔

اہلیت وجوب کہتے ہیں کہ انسان اس بات کی صالحیت رکھتا ہو کہ اس کے لئے اور اس پر حقوق شرعیہ واجب کئے جا سکتے ہوں اور اہلیت ادا کہتے ہیں کہ وہ فعل مامور بہ کو بجالانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ذمہ کی تعریف:۔۔۔الذمة عبارة عن وصف يصير الشخص به أهلا للايجاب عليه والاستحباب له۔

عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ اہلیت وجوب کی بنیاد قیام ذمہ ہے جب ذمہ صالحہ موجود ہو تبھی نفس وجوب کا ثبوت ہوگا ورنہ نہیں لہٰذا اہلیت وجوب جب قیام ذمہ پر مبنی ہوا تو جب تک قیام ذمہ نہ ہو اہلیت وجوب ثابت نہیں ہو سکتا۔

بناء على العهد الماضي:۔۔۔یہاں سے اس بات کی دلیل بیان کر رہے ہیں کہ اہلیت وجوب قیام ذمہ پر مبنی ہے دلیل کا حاصل یہ ہے کہ فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی پیدائش کے وقت ہی سے ایک ایسے ذمہ کا مالک ہوتا ہے جو مالہ اور ماعلیہ کی صلاحیت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ولی اس بچہ کو کسی چیز کا مالک بنائے تو اس کی ملکیت اس میں ثابت ہو جائیگی اسی طرح میراث کیلئے وصیت بھی ثابت ہو جائیگی اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نومولود بچہ کیلئے ذمہ صالحہ ثابت ہوتا ہے، اگر بچہ کیلئے ذمہ نہ ہوتا تو یہ چیزیں اس کے حق میں یا اس کے خلاف واجب نہ ہوتیں، اب یہ بات محتاج ثبوت ہے کہ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ولادت کے وقت ہی سے ذمہ ثابت ہو جاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل عہد الست ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں بیان فرمایا ہے: و إذ أخذ ربک۔ الخ۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بنانے سے ہزاروں سال پہلے ازل میں ہی تمام اولین اور آخرین کی روحوں کو چیونٹیوں کی شکل میں جمع فرمایا تھا اور ان سے یہ عہد لیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر اقرار کیا تھا بلیٰ کیوں نہیں بیشک آپ ہمارے رب ہیں مگر دنیا میں آنے کے بعد ایک بڑی تعداد نے وہ عہد بھلا دیا اس آیت سے وجہ استدلال اس طرح ہیکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار ان تمام شرائع کا اقرار ہے جو بندہ کیلئے یا بندہ پر واجب ہوتے ہیں اور یہ ذمہ کے بغیر نہیں ہو سکتا پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ولادت کے وقت ہی سے اس کیلئے ذمہ ثابت ہو جاتا ہے جب ذمہ ثابت ہو گیا تو نفس وجوب کی اہلیت پالی گئی اور اہلیت وجوب اسی ذمہ پر مبنی ہے۔

حتی صلح لیجب له:۔۔۔ لیکن جب تک بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تب تک چونکہ وہ حرکت وسکون میں ماں کے تابع اور اس کے جزء کی طرح ہوتا ہے، لہٰذا حمل کے دوران ذمہ کاملہ ثابت نہ ہوگا بلکہ من وجہ ذمہ ثابت ہوگا لہٰذا جو چیزیں حمل کے حق میں مفید ہوں گی وہ ثابت ہو جائیں گی اور جو چیزیں مضر ہوں گی وہ ثابت نہ ہوں گی یعنی وہ حقوق جو مالہ ہیں اسکے حق میں ثابت ہو جائیں گے لیکن وہ حقوق جو ماعلیہ ہیں وہ اس پر واجب نہ ہوں گے کیونکہ ذمہ کامل نہیں ہے لیکن جب بچہ کی ولادت ہوگئی اور وہ ماں کے تابع اور اس کا جزء نہیں رہ گیا تو اس کیلئے ذمہ کامل ہو گیا لہٰذا اب دونوں طرح کے حقوق یعنی مالہ اور ماعلیہ اس کیلئے واجب اور ثابت ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص (۱۳۹)

وَأَمَّا الصِّغَرُ فَإِنَّهُ فِيْ أَوَّلِ أَحْوَالِهِ مِثْلُ الْجُنُوْنِ لِأَنَّهُ عَدِيْمُ الْعَقْلِ وَالتَّمْيِيْزِ أَمَّا إِذَا عَقَلَ فَقَدْ أَصَابَ ضَرْباً مِنْ أَهْلِيَّةِ الْأَدَاءِ لٰكِنَّ الصِّبَا عُذْرٌ مَعَ ذٰلِكَ فَسَقَطَ عَنْهُ مَا يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ عَنِ الْبَالِغِ وَ جُمْلَةُ الْأَمْرِ أَنَّهُ يُوْضَعُ عَنْهُ الْعُهْدَةُ وَيَصِحُّ مِنْهُ وَلَهُ مَا لَا عُهْدَةَ فِيْهِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔عوارض سماویہ اور مکتسبہ کی تعریف لکھ کر عبارت کا مطلب لکھئے نیز لکن الصباء۔۔الخ سے کس شبہ کو دور کیا جارہا ہے شبہ اور اس کا جواب لکھئے اور مایحتمل السقوط و مالایحتمل السقوط کی مثال سے وضاحت کیجئے۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔بہرحال صغر تو وہ ابتدائی احوال میں جنون کے مانند ہے کیونکہ صغیر عدیم العقل اور عدیم التمیز ہوتا ہے البتہ جب وہ عاقل ہوگیا تو اس نے اہلیت ادا کی ایک نوع کو پالیا لیکن اسکے باوجود بچپنا ایک عذر ہے لہٰذا اس عذر کی وجہ سے اس سے وہ تمام چیزیں ساقط ہوجائیں گی جو بالغ سے ساقط ہونے کا احتمال رکھتی ہیں اور حاصل یہ کہ بچہ سے ذمہ داری اٹھالی جائے گی اور بچہ کی طرف سے اور بچہ کیلئے وہ تمام چیزیں صحیح ہوں گی جن میں ذمہ داری نہ ہو۔

عوارض کی تعریف:۔۔۔العوارض السماوية هي ماثبتت من قِبَل صاحب الشرع بلا اختيار فيه سماوی سے مراد وہ عوارض ہیں جو من جانب اللہ ثابت ہوں اور بندے کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

عوارض مکتسبہ کی تعریف:۔۔۔واما المكتسب فله نوعان۔۔۔احدهما ماهو حاصل من المكلّف وثانيهما ماهو حاصل من غيره ۔کسی عوارض کی دو قسمیں ہیں۔(۱) وہ عوارض جو خود اس مکلف کی طرف سے حاصل ہوں گے (۲) وہ جو اسکے علاوہ کی طرف سے حاصل ہوں گے۔

تشریح:۔۔۔عوارض سماوی میں سے ایک عارض کمسنی اور بچپنا ہے صغر ابتدائی حالت میں جنون کی طرح ہے اسلئے کہ جس طرح مجنون میں عقل معدوم ہوتی ہے اسی طرح صغیر میں بھی عقل معدوم ہوتی ہے جس طرح پاگل اچھے اور برے کی تمیز نہیں کرسکتا اسی طرح بچہ بھی اچھے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

برے میں تمیز نہیں کر سکتا لیکن اگر صغیر عاقل ہو گیا خواہ وہ نابالغ ہی ہو اور عقل کے درجۂ کمال کو نہ پہنچا ہو تو بھی اس کے اندر ایک قسم کی اہلیت (اہلیت قاصرہ) پیدا ہو جائے گی اور وہ اس بات کا اہل ہو گا کہ اس کے حق میں وجوب ثابت ہو لیکن چوں کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہے اور اس کی عقل درجۂ کمال کو نہیں پہنچی ہے اسلئے اہلیت قاصرہ کے باوجود صغر ایک عذر شمار ہو گا اور اس عذر کیوجہ سے اس سے وہ تمام امور ساقط ہو جائیں گے جو اعذار کی وجہ سے بالغ سے ساقط ہونے کا احتمال رکھتے ہیں مثلاً عبادات نماز، روزہ وغیرہ اور حدود و کفارات البتہ وہ چیزیں جو سقوط کا احتمال ہی نہیں رکھتی ہیں وہ عذر صغر کیوجہ سے ساقط نہیں ہوں گی مثلا ایمان کی فرضیت اس سے ساقط نہیں ہوگی اور اس کا ایمان فرض ہی شمار ہوگا۔

وجملة الامر:۔۔۔یہاں سے صغیر کے احکام کے سلسلہ میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے ضابطہ یہ ہے کہ جو احکام معافی کا احتمال رکھتے ہیں صغیر سے ان کی ذمہ داری ساقط کر دی گئی ہے او رجن احکام میں کوئی ذمہ داری اور ضرر نہ ہو ان کو صغیر اگر خود کرے گا تب بھی درست ہوگی اور اگر اسکے لئے اس کا ولی کرے گا تب بھی ودرست ہوں گی۔

لکن الصبا:۔۔۔سے ایک شبہ اور انکا جواب:۔۔۔آپ نے فرمایا کہ جب بچہ عاقل ہو جائے تو اس میں اہلیت پیدا ہو جاتی ہے خواہ وہ بالغ نہ ہو شبہ یہ ہے کہ جب بچہ کیلئے اہلیت ثابت ہوگئی تو اس کے حق میں وجوب ادا بھی ثابت ہو جانا چاہئے کیوں کہ وجوب ادا اہلیت کے ساتھ متعلق ہوتا ہے شبہ کا جواب یہ ہے کہ بچہ کہ اندر اگر چہ اہلیت قاصرہ پیدا ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود صغر عذر ہے کیوں کہ نابالغ ہونے کیوجہ سے وہ عقل کے درجۂ کمال کو نہیں پہنچتا ہے لہٰذا اس عذر کیوجہ سے اس سے وہ تمام امور ساقط ہو جائیں گے جو بالغ سے اعذار کی وجہ سے سقوط کا احتمال رکھتی ہیں۔

مایحتمل السقوط۔۔۔کی مثال:۔۔۔جو اعذار کی وجہ سے بالغ سے ساقط ہونے کا احتمال رکھتی ہیں مثلا نماز، روزہ، حدود کفارات یہ عذر کیوجہ سے بالغ سے ساقط ہو جاتے ہیں تو بچہ سے بھی ساقط ہو جائیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مالا یحتمل السقوط:۔۔۔ جو کبھی سقوط کا احتمال ہی نہیں رکھتی ہیں مثلاً ایمان کہ سقوط کا احتمال نہیں رکھتا لہٰذا بچہ جب بھی اسلام لائے گا وہ بطور فرض ہی شمار ہوگا۔

حسامی ص (۱۴۳)

اعتاق تجزی کو قبول کرتا ہے یا نہیں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف مدلل بیان کیجئے؟ امام اعظم نے اپنے مذہب کو مؤید کرنے کے لئے جو دو مثالیں پیش کی ہیں ان کی وضاحت کیجئے۔ اور عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے؟

وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ (رحمهما الله) أَلْإِعْتَاقُ لَا يَتَجَزَّأُ لِمَا لَمْ يَتَجَزَّأْ إِنْفِعَالُهُ وَهُوَ الْعِتْقُ وَ قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: أَلْإِعْتَاقُ إِزَالَةُ الْمِلْكِ، وَهُوَ مُتَجَزٍّ أُتَعَلَّقَ بِسُقُوْطِ كُلِّهِ عَنِ الْمَحَلِّ حُكْمٌ لَا يَتَجَزَّأُ وَهُوَ الْعِتْقُ فَإِذَا سَقَطَ بَعْضُهُ فَقَدْ وُجِدَ شَطْرُ الْعِلَّةِ فَيَتَوَقَّفُ الْعِتْقُ إِلٰى تَكْمِيْلِهَا وَصَارَ ذٰلِكَ كَغَسْلِ أَعْضَاءِ الْوُضُوْءِ لِإِبَاحَةِ الصَّلٰوةِ وَ كَأَعْدَادِ الطَّلَاقِ لِلتَّحْرِيْمِ۔

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اعتاق غیر متجزی ہے کیونکہ اس کا اثر یعنی عتق غیر متجزی ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اعتاق ایسی ملک متجزی کا ازالہ ہے کہ محل سے پوری ملک کے سقوط کے ساتھ حکم غیر متجزی یعنی عتق متعلق ہو پس جب ملک کا کچھ حصہ ساقط ہوگیا تو علت کا نصف حصہ پایا گیا پس عتق اس کی تکمیل تک موقوف رہے گا اور یہ ایسا ہوگیا جیسے ادائے صلاۃ کی اباحت کیلئے اعضائے وضوء کا غسل اور جیسے طلاق کے اعداد تحریم کیلئے۔

امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اختلاف کا بیان:۔۔۔ اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ رقیت غیر متجزی ہے اور عتق جو رقیت کی ضد ہے وہ بھی غیر متجزی ہے کیونکہ عتق نام ہے ایسی حکمی قوت کا جس کی وجہ سے انسان مالکیت اور شہادت و ولایت وغیرہ کا اہل ہو جاتا ہے اور اس طرح کی قوت انسان کے بعض حصہ میں ثابت ہو اور بعض میں ثابت نہ ہو ایسا نہیں ہو سکتا لہٰذا عتق بھی متجزی نہیں ہوگا حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح عتق متجزی نہیں ہے اسی طرح اعتاق (آزاد کرنا) بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

غیر متجزی ہے، اسی وجہ سے اگر کوئی اپنا نصف غلام آزاد کر لے تو وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔

دلیل:۔۔۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے: من أعتق شقصا له في عبده عتق كله

مصنف اعتاق کے غیر متجزی ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عتق اعتاق کا اثر ہے اور اعتاق کے لئے لازم ہے اور چوں کہ مؤثر بغیر اثر کے اور ملزوم بغیر لازم کے پایا نہیں جاتا اس لئے اعتاق بغیر عتق کے متحقق نہیں ہوگا اور عتق متجزی نہیں ہوتا ہے لہٰذا اعتاق بھی متجزی نہیں ہوگا۔ یہ تو صاحبین کا مذہب اور ان کی دلیل ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اعتاق تجزی کو قبول کرتا ہے اگر چہ عتق متجزی نہیں ہوتا ہے امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اعتاق رقیت کو ساقط کرنے یا آزادی کو ثابت کرنے کا نام نہیں ہے کہ صاحبین کی پیش کردہ خرابیاں لازم آئیں، بلکہ اعتاق نام ہے ملک زائل کرنے کا اسلئے کہ آزاد کرنے والا صرف اپنے حق میں تصرف کا مجاز ہے اور اس کا حق صرف غلام کی ملکیت میں ہے، جو قابل تجزی ہے غلامی یا آزادی چوں کہ صرف اللہ کا حق ہے اسلئے یہ اس میں تصرف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ الحاصل اعتاق ملک زائل کرنے کا نام ہے یہ دوسری بات ہے کہ ازالہ ملک کے نتیجہ میں رقیت زائل ہو جاتی ہے اور زوال رقیت کے واسطہ سے بالآخر عتق ثابت ہو جاتا ہے اور ملک ثبوتاً اور زوالاً دونوں طرح متجزی ہے چناں چہ اگر کسی نے آدھا غلام فروخت کیا تو اس کی آدھی ملک زائل ہو جائے گی اور اگر آدھا غلام خرید لیا تو اس کیلئے آدھی ملک ثابت ہو جائے گی بہر حال اعتاق ملک متجزی کو زائل کرنے کا نام ہے مگر حکم غیر متجزی یعنی عتق، غلام سے پوری ملک کے ساقط ہونے اور زائل ہونے کے ساتھ متعلق ہوگا (ملک اگر چہ متجزی ہے لیکن عتق جو غیر متجزی ہے اسی وقت ثابت ہوگا جب غلام سے پوری ملکیت زائل ہو جائے گی، پس اگر کسی نے آدھے غلام کو آزاد کیا (اپنی نصف ملک کو زائل کیا) تو اس میں عتق ثابت نہ ہوگا کیوں کہ عتق کی علت پوری ملک کو زائل کرنا ہے اور یہاں چوں کہ نصف ملک زائل ہوتی ہے اس لئے نصف علت موجود ہوگی اور نصف علت کی موجوگی میں چوں کہ معلول متحقق نہیں ہوتا ہے اس لئے نصف ملک زائل کرنے سے عتق متحقق نہیں ہوگا بلکہ عتق تکمیل علت پر موقوف رہے گا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کغسل اعضاء الوضوء۔۔۔الخ:۔۔۔ مصنفؒ فرماتے ہیں ملک جو متجزی ہے اس کے ازالہ کا اس عتق کے ثبوت کیلئے جو غیر متجزی ہے علت ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ اعضائے وضوء کا دھونا ادائے صلاۃ کی اباحت کیلئے علت ہے کہ اعضائے وضوء کا دھونا تو متجزی ہے لیکن ادائے صلاۃ کی اباحت یہ غیر متجزی ہے (اگر کسی نے اپنے ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا تو اس سے حدث زائل ہو جائے گا اور طہارت ثابت ہو جائے گی البتہ طہارت کاملہ ثابت نہ ہوگی اور رہا اباحت صلاۃ کا معاملہ تو وہ تمام اعضائے وضوء کے دھوئے بغیر (طہارت کاملہ کے بغیر ثابت نہ ہوگی) یہاں علت یعنی اعضائے وضوء کا دھونا متجزی ہے اور اس سے متعلق حکم (اباحت صلاۃ) یہ غیر متجزی ہے اور جیسے حرمت غلیظہ کی علت تین طلاقیں ہیں لیکن تین طلاقیں متجزی ہیں اور اس سے متعلق حکم (حرمت غلیظہ) غیر متجزی ہے پس اسی طرح ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ہے کہ ازالہ ملک جو علت ہے وہ تو متجزی ہے مگر اس کے ساتھ جو حکم متعلق ہے (عتق) وہ غیر متجزی ہے۔

حسامی ص (۱۵۴)

أَمَّا الْجَهْلُ فَأَنْوَاعٌ أَرْبَعَةٌ: بَاطِلٌ بِلَا شُبْهَةٍ وَهُوَ الْكُفْرُ وَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ عُذْراً فِي الْآخِرَةِ أَصْلاً لِأَنَّهُ مُكَابَرَةٌ وَجُحُودٌ بَعْدَ وُضُوحِ الدَّلِيلِ وَجَهْلٌ هُوَ دُوْنَهُ لٰكِنَّهُ بَاطِلٌ لَا يَصْلُحُ عُذْراً فِي الْآخِرَةِ أَيْضاً وَهُوَ جَهْلُ صَاحِبِ الْهَوَىٰ فِيْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفِيْ أَحْكَامِ الْآخِرَةِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ جہل کی انواع اربعہ مع امثلہ تحریر کیجئے جہل کی کونسی قسم آخرت میں عذر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی نہیں تحریر کیجئے؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔ بہر حال جہل تو اسکی چار قسمیں ہیں بلا شبہ جہل باطل اور وہ کفر ہے اور یہ آخرت میں بالکل عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیوں کہ کفر مکابرہ ہے اور دلیل واضح ہونے کے بعد انکار ہے۔ اور وہ جہل جو اس سے کم ہو لیکن وہ باطل ہے اور وہ بھی آخرت میں عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور وہ صاحب ہوی کا جہل ہے اللہ تعالی کی صفات اور احکام آخرت میں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تشریح:۔ مصنفؒ اس عبارت میں عوارض مکتسبہ کو بیان کر رہے ہیں (وہ عوارض جن کا حصول بندوں کے اختیار میں ہے) عوارض مکتسبہ کی پہلی قسم جہل ہے۔ جہل کی دو قسمیں ہیں۔

جہل بسیط ۔۔۔ جہل مرکب ۔۔۔ جہل بسیط کہتے ہیں ایسی چیز کے نہ جاننے کو جس کی شان یہ ہو کہ وہ معلوم ہو۔ اور جہل مرکب کہتے ہیں اس اعتقاد جازم کو جو واقع کے مطابق نہ ہو لیکن مطابقت کا اعتقاد رکھتا ہو۔ انسان ایک چیز کا علم نہ رکھتا ہو اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ جانتا ہے۔

جہل کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں:۔ (۱) پہلی قسم یہ ہے کہ وہ جہل بلا شبہ باطل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کفر ہے یعنی یہ ایسا جہل ہے جس کے باطل ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ آخرت میں بالکل بھی عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا البتہ دنیا میں کفر عذر بن سکتا ہے مثلاً کافر اگر عقد ذمہ کرے تو وہ قتل اور حبس سے نجات پا سکتا ہے۔ اور اسکے آخرت میں عذر نہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جہل خالص عناد ہٹ دھرمی اور دلائل کے انکار پر مبنی ہے تو بھلا یہ آخرت میں عذر کیوں کر بن سکتا ہے؟

جہل کی دوسری قسم جو کفر سے کم درجہ کا ہے لیکن یہ بھی باطل ہے اور آخرت میں عذر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا یعنی آخرت میں اس جہل والے کو معذور نہیں سمجھا جائے گا اس کی مثال صاحب ہوی کا جہل ہے باری تعالیٰ کی صفات اور احکام آخرت کے سلسلہ میں نفس اور عقل پرستوں کا جہل ہے جو اپنے نفس کے عیش و آرام اور جو چیز ان کی عقل میں نہ آئے اس کا انکار اور عقل سے ہر چیز کو پرکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ قسم بھی آخرت میں عذر نہ بننے میں پہلی قسم کی طرح ہے اور صاحب ہوی مثلاً فرقہ معتزلہ خارجیہ روافض اور باغی کا جہل وغیرہ۔

جہل کی تیسری قسم وہ جہل ہے جو ایسے شبہ کی صلاحیت رکھتا ہے جو شبہ حدود و کفارات کو دفع کرنے والا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ جہل اجتہاد صحیح کی جگہ میں ہو (وہ جگہ مجتہدین کے اجتہاد کا موقع ہو منصوص علیہ نہ ہو البتہ وہ اجتہاد کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو جہل کی یہ قسم عذر شمار ہوگی (۲) وہ جہل جو مواضع اشتباہ میں ہو (وہ جہل ایسی جگہ میں ہو جس میں اجتہاد نہ پایا جائے لیکن موضع اشتباہ ہو یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قسم بھی عذر شمار ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ جہل کی تیسری قسم مع اپنی دونوں قسموں کے عذر بننے صلاحیت رکھتا ہے۔

پہلی قسم کی مثال:۔ایک روزہ دار نے رمضان کے دن میں پچھنا لگوایا پھر اس کا خیال ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اس نے قصداً کھاپی لیا تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضاء لازم ہوگی کیوں کہ یہ مقام اجتہاد صحیح کا ہے یہی وجہ ہے کہ امام اوزاعیؒ کے نزدیک حدیث پاک "أفطر الحاجم والمحجوم" کی وجہ سے حجامت مفسدِ صوم ہے۔دوسری قسم کی مثال:۔موضع اشتباہ میں جہل ہو اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی باندی کو حلال سمجھ کر اس سے زنا کیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی کیوں کہ اس نے واقعی شبہ کے مقام میں زنا کیا ہے اسلئے کہ باپ اولاد کی املاک کو اپنی املاک تصور کرتا ہے اسی طرح اولاد اپنے ماں باپ کے املاک کو اپنی املاک تصور کرتے ہیں جب صورت حال ایسی ہے تو بیٹے پر یہ بات مشتبہ ہوگئی اور شبہ سے حدود وکفارات ساقط ہوجاتے ہیں۔(۴) جہل کی چوتھی قسم وہ جہل ہے جو عذر بننے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن یہ جہل دلیل پر مبنی نہیں ہوتا ہے جب کہ قسم ثالث میں جہل دلیل پر مبنی ہوتا ہے۔چوتھی قسم کی مثال:۔ایک شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کرسکا تو احکام شرع کے سلسلہ میں اسکا جہل عذر ہوگا اور یہ شخص اپنے جہل کیوجہ سے معذور شمار ہوگا یہی وجہ ہے کہ اگر یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد ایک عرصہ دار الحرب میں رہا اور نماز روزہ وغیرہ کا علم حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس نے نماز روزہ نہ کیا تو اس پر ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

خلاصہ:۔۔۔حاصل یہ ہے کہ دو قسمیں آخرت میں عذر نہیں بن سکتی اور دو قسمیں عذر بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں فرق یہ ہے کہ تیسری قسم میں جہالت مبنی بر دلیل ہوتی ہے اور چوتھی قسم میں جہالت مبنی بر دلیل نہیں ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حسامی ص(۱۶۶)

وَأَمَّا الْإِكْرَاهُ فَنَوْعَانِ : كَامِلٌ يُفْسِدُ الْإِخْتِيَارَ وَ يُوْجِبُ الْإِلْجَاءَ ، وَقَاصِرٌ يُعْدِمُ الرِّضَاءَ وَلَا يُوْجِبُ الْإِلْجَاءَ:

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے؟ اکراہ کی تعریف کیجئے، اور اکراہ کے اقسام بیان کیجئے اور بتائیں کہ اکراہ کامل اور قاصر کا اثر قول وفعل، رضا واختیار پر کیا ہوتا ہے مسئلہ کی مثالوں سے وضاحت کیجئے؟

الجواب:۔ ترجمہ:۔۔۔اور بہر حال اکراہ کی دو قسمیں ہیں: کامل جو اختیار کو فاسد کر دیتا ہے اور الجاء کو واجب کرتا ہے۔ اور قاصر جو رضاء کو معدوم کرتا ہے اور الجاء کو واجب نہیں کرتا ہے۔

اکراہ کی تعریف:۔۔۔ هو أن يجبر القادر غيره على أمر لا يريده لو لا الخوف منه بالوعيد على إيقاع مايوعد به:۔

تشریح:۔۔۔اکراہ کہتے ہیں انسان کو کسی ایسے کام پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو اگر اس کو مجبور نہ کیا جاتا تو وہ اس کام کے کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔

پھر اکراہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) اکراہ کامل (۲) اکراہ قاصر۔

اکراہ کامل:۔۔۔وہ اکراہ ہے جو اختیار کو فاسد کر دیتا ہے اور رضامندی کو ختم کر دیتا ہے اور الجاء کو ثابت کرتا ہے (مکرہ اس کام کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس کام کا اکراہ کرنے والے نے اس کو حکم دیا ہے بشرطیکہ وہ حکم جان یا عضو کے تلف کر دینے کی دھمکی پر مشتمل ہو۔ یعنی مکرہ یوں کہے کہ یہ کام کر و ورنہ قتل کر دوں گا یا تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا پس اس وقت مکرہ کا اختیار فاسد اور معدوم ہوگی۔

اور اکراہ قاصر:۔۔۔یہ ہے کہ اکراہ نہ تو اختیار کو فاسد کرتا ہے اور نہ رضا کو معدوم کرتا ہے اور نہ ہی الجاء کو ثابت کرتا ہے مثلاً مکرہ یوں کہے کہ یہ کام کر و ورنہ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دوں گا۔

اکراہ کامل کی مثال:۔۔۔اکراہ کامل کی صورت میں مذکورہ امور کے اقدام کی رخصت دی گئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہےاوراس اقدام پر گناہ گار نہ ہوگا: مثلاً مکرہ کیلئے زبان سے کلمہ کفر کہنے کی رخصت ہے بشرطیکہ قلب میں تصدیق باقی رہے، اسی طرح مکرہ مقیم تندرست کیلئے نماز اور روزہ فاسد کرنے کی رخصت دی گئی ہے، اسی طرح مکرہ کو دوسرے کا مال ضائع کرنے کی رخصت دی گئی ہے، اسی طرح مکرہ عورت کیلئے اس بات کی رخصت ہے کہ وہ مرد کو زنا پر قدرت دیدے۔ لیکن یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اکراہ کامل کی صورت میں یہ امور مباح نہیں ہوتے صرف ان کے کرنے کی رخصت دے دی جاتی ہے۔

اکراہ قاصر:۔۔۔اور اکراہ قاصر کی صورت میں مذکورہ چیزوں کی رخصت نہ ہوگی۔

وانما یظھر:۔۔۔اس عبارت میں ایک اشکال کا جواب دیا گیا ہے، اشکال یہ ہے کہ جب اکراہ کی وجہ سے اقوال وافعال باطل نہیں ہوتے تو پھر اکراہ کا اثر کہاں ظاہر ہوگا؟ جواب یہ ہیکہ اکراہ کا اثر دو باتوں میں ظاہر ہوگا پہلی بات تو یہ ہیکہ اگر اکراہ کامل ہو تو اس کا اثر تبدیلی نسبت میں ظاہر ہوگا یعنی وہ فعل جو مکرَہ کی طرف منسوب تھا وہ مکرِہ کی طرف منسوب ہو جائے گا لیکن ایک شرط ہے کہ تبدیلی نسبت سے کوئی مانع موجود نہ ہو اور وہ فعل تبدیلی کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اکراہ اگر قاصر ہو تو اس کا اثر رضا کو فوت کرنے میں ظاہر ہوگا نہ کہ اختیار کو فوت کرنے میں یعنی اگر کسی شخص کو قید یا مار پیٹ کی دھمکی دی گئی اور اسے مجبور کیا گیا تو اس کی رضامندی فوت ہو جائے گی اگر چہ اس کا اختیار باقی رہے گا۔

پھر مصنفؒ تفویت رضا پر تفریع پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اکراہ خواہ کامل ہو یا قاصر اکراہ کیوجہ سے چوں کہ رضامندی فوت ہو جاتی ہے اس لئے اکراہ کیوجہ سے وہ تمام معاملات فاسد ہو جائیں گے جو فسخ کا احتمال رکھتے ہیں اور رضا پر موقوف ہوتے ہیں (ان میں رضامندی شرط ہوتی ہے) البتہ وہ عقود اور تصرفات جو رضا پر موقوف نہیں ہوتے جیسے طلاق عتاق وغیرہ تو وہ مکرہ کی طرف سے بھی اسی طرح نافذ ہوں گے جیسا وہ غیر مکرہ کی طرف سے نافذ ہوتے ہیں۔ مصنف آگے فرماتے ہیں کہ اقرار کسی بھی طرح کا ہو اکراہ کامل کیوجہ سے اقرار ہو یا اکراہ قاصر کیوجہ سے، قابل فسخ تصرف کا اقرار ہو یا نا قابل فسخ تصرف کا اقرار ہو بہر صورت وہ صحیح نہیں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یعنی اگر کسی شخص کو قتل یا قید کی دھمکی دیکر مجبور کیا گیا کہ تو عتق، یا طلاق، یا بیع وغیرہ کا اقرار کر دو کہ ماضی میں میں نے اپنا غلام آزاد کیا تھا یا اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی یا عقد بیع کا معاملہ کیا تھا تو یہ اقرار باطل ہوگا اور اس کا کوئی ثبوت نہ ہوگا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اکراہ کامل ہو یا قاصر جب عقد خلع میں عورت کے مال قبول کرنے کے ساتھ متصل ہو (عورت کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک ہزار کے بدلے اپنے شوہر سے خلع کرلے) اور پھر وہ قبول کرلے اور وہ مدخول بہا بھی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اس پر مال واجب نہ ہوگا اسلئے کہ اکراہ مطلقاً سبب (عقد خلع) اور حکم (عورت کا قبول کرنا) دونوں پر رضا مندی کو معدوم کر دیتا ہے البتہ اکراہ کیوجہ سے سبب اور حکم میں مکرہ کا اختیار معدوم نہیں ہوتا ہے اور جب ایسا ہے تو مکرہ کے اختیار کے موجود ہونے کیوجہ سے عورت کا قبول کرنا تام اور معتبر ہوگا اور جب عورت کا قبول کرنا معتبر ہے تو جو چیز اس کے قبول کرنے پر موقوف تھی (طلاق) وہ بھی واقع ہو جائے گی البتہ مال کا وجوب چوں کہ رضا پر موقوف ہے اور یہاں اکراہ کیوجہ سے رضا معدوم ہوگئی اسلئے عورت پر مال واجب نہ ہوگا۔

مصنفؒ نے ماقبل میں فرمایا تھا کہ اکراہ کا اثر تبدیلی نسبت میں ظاہر ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر اکراہ کامل کسی ایسے فعل کے ساتھ متصل ہو گیا جس میں فاعل (مکرَہ) دوسرے کا آلہ بن سکتا ہو مثلاً جان تلف کرنا تو اس صورت میں وہ فعل جو مکرہ سے صادر ہوا ہے مکرہ کی طرف منسوب ہوگا اور مکرَہ کے اس فعل کا حکم مکرِہ پر لازم ہوگا اور مکرَہ درمیان سے نکل جائے گا مثلاً اگر کسی شخص نے یوں کہا کہ تم فلاں کو قتل کر دو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اور مکرہ نے اس اکراہ کی وجہ سے اسکو قتل کر دیا تو یہ قتل مکرہ کی طرف منسوب ہوگا اور اسی پر قصاص واجب ہوگا، یہی مطلب ہے کہ اکراہ کامل کا اثر تبدیلیٔ نسبت میں ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصہ:۔۔۔ یہ ہے کہ اکراہ کامل میں مکرہ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے اور وہ مجبور محض ہو جاتا ہے، جب کہ اکراہ قاصر میں مکرہ کا اختیار باطل نہیں ہوتا ہے۔ اور اکراہ مطلقاً خواہ کامل ہو یا قاصر رضا مندی کو معدوم کر دیتا ہے۔ نیز اکراہ خواہ کامل ہو یا قاصر معاملات وافعال پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کہ وہ فاسد ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ فسخ کا احتمال رکھتے ہوں۔ اسی طرح اکراہ مطلقا کا اثر اقرار پر یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہوتا ہے خواہ کسی طرح کا اقرار ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

السامی لحل اسئلة الحسامی

مرتّب:

خلیل اللہ نواَدوی

مکتبہ خلیلیہ دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa